U85266.   12-12-09

Title - DEEWAN GHALIB (1319-H).

Creator - Muratliba Agha Mohd. Tahir.

Publisher - Azad Book Dipo (Delhi).

Date - 1936.

Pages - 72

Subjects - Ghalib - Dawaween; Dawaween
- Ghalib.

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سخن آفرین را حمد و ثنا کہ کلام بلاغت انضمام فصاحت التیام میرزا اسد اللہ خان غالب

دیوان غالب

۱۳۱۹ھ

باہتمام ابوالحسنات عبد قطب الدین احمد غفر اللہ الصمد بار پنجم ماہ مئی سنہ ۱۹۰۱ع

در مطبع نامی گرامی واقع لکھنؤ مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غزلیات

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

کاو کاو سخت جانیہای تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

جذبۂ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

آگہی دام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش زیر پا
موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

دل میں ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہیں
آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافل بارہا
میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا

عرض کیجے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

دل نہیں تجھکو دکھاتا ورنہ داغوں کی بہار
اس چراغاں کا کروں کیا کارفرما جل گیا

میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

شوق ہر رنگ رقیبِ سروساماں نکلا
قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی یارب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشاں نکلا

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد
کام یاروں کا بقدرِ لب و دنداں نکلا

ہے نوآموزِ فنا ہمتِ دشوار پسند
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفاں نکلا

دہلی میں مرگیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلبگارِ مرد تھا

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

دل تا جگر کہ ساحلِ دریائے خوں ہے اب
اس رہگزر میں جلوۂ گل آگے گرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے
زنداں میں بھی خیال بیاباں نورد تھا

شمارِ سبحہ مرغوبِ بتِ مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بردنِ صد دل پسند آیا

بفیضِ بیدلی نومیدیِ جاوید آساں ہے
کشائش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

ہوائے سیرِ گل آئینۂ بے مہریِ قاتل
کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا

جراحت تحفہ الماس ارمغاں داغِ جگر ہدیہ
مبارکباد اسد غمخوارِ جانِ دردمند آیا

دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہوا

سبزۂ خط سے ترا کاکلِ سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریفِ دمِ افعی نہ ہوا

میں نے چاہا تھا کہ اندوہِ وفا سے چھوٹوں
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہ ہوا

دل گزرگاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سرمنزلِ تقوی نہ ہوا

نہیں معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

نظر مین ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزای پریشان کا

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بے دماغی ہے
کہ موج بوی گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

[illegible]

ہون ترے وعدہ نہ کرنے مین بھی راضی کہ کبھی	گوش منت کش گلبانگ تسلی نہوا
کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے	ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سو وہ بھی نہوا

مرگیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی سے حریف دم عیسیٰ نہوا

ستائشگر ہے زاہد اسقدر جس باغ رضوان کا
وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودون کے طاق نسیان کا

بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہای مژگان کا
کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالون کو
لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

دکھاؤنگا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر داغ دل اک تخم ہے سرو چراغان کا

کیا آئینہ خانیکا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے
کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقانکا

اوگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر
مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین
چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے
دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندان کا

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ
سبب کیا خواب مین آکر تبسمہای پنہانکا

[illegible]

شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کھلا
اس تکلف سے کہ گویا بتکدے کا در کھلا

گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں دوست کا کھاؤں فریب
آستین میں دشنہ پنہاں ہاتھ میں نشتر کھلا

گو نہ سمجھوں اوسکی باتیں گو نہ پاؤں اوسکا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا

ہے خیال حسن میں حسن عمل کا سا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں
زلف سے بڑھ کر نقاب اوس شوخ کے منہ پر کھلا

در پہ رہنے کو کہا اور کہکے کیسا پھر گیا
جتنے عرصہ میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیوں اندھیری ہے شب غم ہے بلاؤں کا نزول
آج اودھر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کھلا

کیا رہوں غربت میں خوش جب ہو حوادث کا یہ حال
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اوسکی امت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کھلا

شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا

واں کرم کو عذر بارش تھا عناں گیر خرام
گریہ سے یاں پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

واں خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یاں ہجوم اشک میں تار نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا واں چراغاں آبجو
یاں رواں مژگان چشم تر سے خون ناب تھا

یاں سر پرشور بے خوابی سے تھا دیوار جو
واں وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی
جلوۂ گل واں بساط صحبت احباب تھا

فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موج رنگ کا
یاں زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا

ناگہاں اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا
دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

نالۂ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا
تھا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تھا

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے
خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہوں
پہلوئے اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

کچھ نہ کی اپنے جنون نارسا نے ورنہ یاں
ذرہ ذرہ روکش خورشید عالم تاب تھا

آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیروں کی تجھے
کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

یاد کر وہ دن کہ ہر یک حلقہ تیرے دام کا
انتظار صید میں اک دیدۂ بیخواب تھا

میں نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اوسکے سیل گریہ میں گردوں کف سیلاب تھا

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو
توڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا

گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھرو کہ میں
جاں دادۂ ہوائے سر رہگذار تھا

نالۂ دل نے دئیے اوراق لخت دل بباد
یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا

دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا
پوچھ مت رسوائی انداز استغنائے حسن

نالۂ مجنون صحرا گرد بے دروازہ تھا
مانع وحشت خرامیہائے لیلی کون ہے

جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا
یک قدم وحشت سے درس دفتر امکان کھلا

موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھ حال	ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار تھا

کم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو پر اب
دیکھا تو کم ہوئے پہ غم روزگار تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا	آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی	در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا
وائے دیوانگی شوق کہ ہر دم مجکو	آپ جانا اودھر اور آپ ہی حیران ہونا
جلوہ از بسکہ تقاضائے نگہ کرتا ہے	جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا
عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ	عید نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا
لیگئے خاک مین ہم داغ تمنائے نشاط	تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا
عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا	لذت ریش جگر غرق نمکدان ہونا
کی مرے قتل کے بعد اوسنے جفا سے توبہ	ہای اوس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

حیف اوس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا	تا محیط بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

دوست غمخواری مین میری سعی فرماوینگے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا
بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہینگے حال دل اور آپ فرماوینگے کیا
حضرت ناصح گر آوین دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاوینگے کیا

[illegible]

[illegible]

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا
کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا

نوازش ہائے بیجا دیکھتا ہوں
شکایت ہائے رنگیں کا گلا کیا

نگاہ بے محابا چاہتا ہوں
تغافل ہائے تمکیں آزما کیا

فروغ شعلۂ خس یک نفس ہے
ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

بلا سے جان غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

درخور قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا
پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا

سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا
روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہ ہوا

کم نہیں نازش ہمنامی چشم خوباں
تیرا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہ ہوا

سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسی کو نہ ملا
کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

ہر بُنِ مو سے دمِ ذکر نہ ٹپکے خونناب
حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

اسد ہم وہ جنون جولان گدائے بے سر و پا ہیں
کہ ہے سر پنجۂ مژگانِ آہو پشت خار اپنا

پئے نذرِ کرم تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا
بخون غلطیدۂ صد رنگ دعوی پارسائی کا

نہ ہو حسنِ تماشا دوست رسوا بیوفائی کا
بمہرِ صد نظر ثابت ہے دعوی پارسائی کا

زکات حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
چراغِ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

نہ مارا جانکر بیجرم غافل تیری گردن پر
رہا مانند خونِ بیگنہ حق آشنائی کا

تمنائے زبان محوِ سپاسِ بیزبانی ہے
مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بیدست و پائی کا

وہی اک بات ہے جو یان نفس وان نکہتِ گل ہے
چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

دہانِ ہر بتِ پیغارہ جو زنجیرِ رسوائی
عدم تک بیوفا چرچا ہے تیری بیوفائی کا

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرضِ ستمہائے جدائی کا

بسکہ پیچیدگی ... امتحان ہو جائیگا
دل میں ... بیگانگی ... ہو جائیگا
... صرف ... ہو جائیگا
... ہم زبان ہو جائیگا
... ہو جائیگا
... بیان ہو جائیگا
... ہو جائیگا
... گرم ... ہو جائیگا
... ضبط
... ہو جائیگا
... نقش ... ہو جائیگا

[illegible]

[illegible]

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی / بندگی مین مرا بھلا نہوا
جان دی دی ہوئی اوسیکی تھی / حق تو یون ہے کہ حق ادا نہوا
زخم گر دب گیا لہو نہ تھما / کام گر رک گیا روا نہوا
رہزنی ہے کہ دلستانی ہے / لیکے دل دلستان روانہ ہوا
کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہین / آج غالب غزل سرا نہوا

گلا ہے شوق کو دل مین بھی تنگئ جا کا / گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا
یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب / مگر ستمزدہ ہون ذوقِ خامہ فرسا کا
حنائے پائے خزان ہے بہار اگر ہے یہی / دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیش دنیا کا
غم فراق مین تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو / مجھے دماغ نہین خندہ ہائے بیجا کا
ہنوز محرمیِ حسن کو ترستا ہون / کرے ہے ہر بنِ مو کام چشمِ بینا کا
دل اوسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے / ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا
نہ کہہ کہ گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہے / مری نگاہ مین ہے جمع و خرچ دریا کا
فلک کو دیکھ کے کرتا ہون اوسکو یاد اسد / جفا مین اوسکی ہے انداز کارفرما کا

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن / گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا
ہے ایک تیر جس مین دونون چھدے پڑے ہین / وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا
درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون / جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا / بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا
تنگئ دل کا گلا کیا یہ وہ کافر دل ہے / کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا
بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے / کاش رضوان ہی در یار کا دربان ہوتا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا / ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا

ہوا جب غم سے یوں بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

یک ذرۂ زمیں نہیں بیکار باغ کا
یاں جادہ بھی فتیلہ ہے لالے کے داغ کا

بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی
کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خط ایاغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے
تریاکیِ قدیم ہوں دودِ چراغ کا

سو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے
پر کیا کریں کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا

بے خونِ دل ہے چشم میں موجِ نگہ غبار
یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

باغِ شگفتہ تیرا بساطِ نشاطِ دل
ابرِ بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

وہ مری چینِ جبیں سے غمِ پنہاں سمجھا
رازِ مکتوب بہ بے ربطیِ عنواں سمجھا

یک الف بیش نہیں صیقلِ آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ
اسقدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا

بدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرمِ خرام
رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدۂ حیراں سمجھا

عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا
نبضِ خس سے تپشِ شعلۂ سوزاں سمجھا

سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی
ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستاں سمجھا

تھا گریزاں مژۂ یار سے دل تا دمِ مرگ
دفعِ پیکانِ قضا اسقدر آساں سمجھا

دل دیا جان کے کیوں اس کو وفادار اسد
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلماں سمجھا

پھر مجھے دیدۂ تر یاد آیا
دل جگر تشنۂ فریاد آیا

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

سادگی ہائے تمنا یعنی
پھر وہ نیرنگِ نظر یاد آیا

عذرِ واماندگی اے حسرتِ دل
نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا

زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی
کیوں ترا راہ گزر یاد آیا

کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی
گھر ترا خلد میں گر یاد آیا

آہ وہ جرأتِ فریاد کہاں
دل سے تنگ آ کے جگر یاد آیا

پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال
دلِ گم گشتہ مگر یاد آیا

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

لب خشک در تشنگی مردگان کا
زیارت کدہ ہوں دل آزردگان کا

ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی
میں دل ہوں فریب وفا خوردگان کا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

توفیق بہ اندازۂ ہمت ہے ازل سے
آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم
میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں
یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل
آتشکدہ جاگیر سمندر نہ ہوا تھا

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا

تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلا
اس میں کچھ شائبۂ خوبی تقدیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں
کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

قید میں ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد
ہاں کچھ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا
بات کرتے کہ میں لب تشنۂ تقریر بھی تھا

یوسف اسکو کہوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی
گر بگڑ بیٹھے تو میں لائق تعزیر بھی تھا

دیکھکر غیر کو ہو کیوں نہ کلیجا ٹھنڈا
نالہ کرتا تھا وے طالب تاثیر بھی تھا

پیشہ میں عیب نہیں رکھیے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جوان میر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی
آخر اوس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا
رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

مشہد عاشق سے کوسوں تک جو اگتی ہے حنا
کس قدر یا رب ہلاک حسرت پابوس تھا

حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو
دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا

کیا کہوں بیماری غم کی فراغت کا بیان
جو کہ کھایا خون دل بے منت کیموس تھا

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

شکوہ سنجِ رشکِ ہمدیگر نہ رہنا چاہیے
میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا
کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ذکر اوس پریوش کا اور پھر بیان اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا
مے وہ کیوں بہت پیتے بزمِ غیر میں یارب
آج ہی ہوا منظور اونکو امتحان اپنا
منظر ایک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے اودھر ہوتا کاش کے مکان اپنا
دے وہ جسقدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالینگے
بارے آشنا نکلا اونکا پاسبان اپنا
دردِ دل لکھوں کب تک جاؤں اونکو دکھلا دوں
اونگلیاں فگار اپنی خامہ خونچکان اپنا

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے	اوسکی خطا نہیں ہے یہ میرا قصور تھا

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
جاتا ہوں داغِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے	ہوں شمعِ کشتہ درخورِ محفل نہیں رہا
مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں	شایانِ دست و بازوی قاتل نہیں رہا
بر روے شش جہت درِ آئینہ باز ہے	یان امتیازِ ناقص و کامل نہیں رہا
وا کر دیے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن	غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا
گو میں رہا رہینِ ستمہائے روزگار	لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
دل سے ہوای کشتِ وفا مٹ گئی کہ وان	حاصل سوائے حسرتِ حاصل نہیں رہا

بیدادِ عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

رشک کہتا ہے کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف	عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا
ذرہ ذرہ ساغرِ میخانۂ نیرنگ ہے	گردشِ مجنوں بچشمکہائے لیلا آشنا
شوق ہے سامان طرازِ نازشِ اربابِ عجز	ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا
میں اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دلِ وحشی کہ ہے	عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

[illegible]

گھستے گھستے مٹ جاتا آپ نے عبث بدلا
ننگِ سجدہ سے میرے سنگِ آستان اپنا
تا کرے نہ غمازی کر لیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت میں ہم نے ہمزبان اپنا
ہم کہاں کے دانا تھے کس ہنر میں یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

[illegible]

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا
تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا
دل ہوا کشمکشِ چارۂ زحمت میں تمام
مٹ گیا گھسنے میں اس عقدے کا وا ہو جانا
اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا
ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا
دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا
ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا
گر نہیں نکہتِ گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیوں ہے گردِ رہِ جولانِ صبا ہو جانا
تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل
دیکھ برسات میں سبز آئنے کا ہو جانا
بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا
مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہے
پُر گل خیالِ زخم سے دامن نگاہ کا
جاں در ہوائے یک نگہِ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

جور سے باز آئے پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا
رات دن گردش میں ہیں سات آسمان
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا
لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا
ہو لیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ
یا رب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا
موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا
عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ بادِ بہاری کا
حریفِ جوششِ دریا نہیں خودداریِ ساحل
جہاں ساقی ہو تو باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا

ردیف الباء

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موجِ شراب
دے بطِ مے کو دل و دستِ شنا موجِ شراب
پوچھ مت وجہِ سیہ مستیِ اربابِ چمن
سایۂ تاک میں ہوتی ہے ہوا موجِ شراب
جو ہوا غرقۂ مے بختِ رسا رکھتا ہے
سر سے گزرے پہ بھی ہے بالِ ہما موجِ شراب

قاتل سے ترنگ صورت سلامت
ہیں اگر روز ازل اور ازل ... مئی
مبارک مبارک سلامت سلامت
الٰہی تری ... شیدو وفا ہوں
... سے خداوند نعمت سلامت
... سے عشق ... باثر
... وزم ... سے حضرت سلامت
... کی ... قیامت سلامت

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر	موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب
چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو	موج گل موج شفق موج صبا موج شراب
جسقدر روح نباتی ہے جگر تشنۂ ناز	دے ہے تسکین بدم آب بقا موج شراب
بسکہ دوڑے ہے رگ تاک میں خون ہو ہو	شہپر رنگ سے ہے بال کشا موج شراب
موجۂ گل سے چراغان ہے گزرگاہ خیال	ہے تصور مین زبس جلوہ نما موج شراب
نشہ کے پردے مین ہے محو تماشائے دماغ	بسکہ رکھتی ہے سر نشو و نما موج شراب
ایک عالم پہ ہین طوفانی کیفیت فصل	موجۂ سبزۂ نوخیز سے تا موج شراب
شرح ہنگامۂ ہستی ہے زہے موسم گل	رہبر قطرہ بدریا ہے خوشا موج شراب

ہوش اڑتے ہین مرے جلوۂ گل دیکھ اسد
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب

باب التاء

افسوس کہ دندان کا کیا رزق فلک نے	جن لوگون کی تھی درخور عقد گہر انگشت
کافی ہے نشانی ترے چھلے کا نہ دینا	خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت
لکھتا ہون اسد سوزش دل سے سخن گرم	تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پہ انگشت

یار لا کر مجھے ... غالب
آہ ظالم ... یاد ... پیار ... وقت
دوست ... شکستہ ... شاید ... دوست
لیں نا ... غفلت ... دوست
کیون ... تاب جلوہ دیدار دوست

چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر
ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوخیِ گفتارِ دوست

مہربانیہائے دشمن کی شکایت کیجیے
یا بیاں کیجیے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست

یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ
ہے ردیف شعر میں غالب ز بس تکرارِ دوست

باب الجیم

گلشن میں بندوبست برنگِ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقۂ بیرونِ در ہے آج

آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغاں کے ساتھ
تارِ نفس کمندِ شکارِ اثر ہے آج

اے عافیت کنارہ کر اے انتظام چل
سیلابِ گریہ درپئے دیوار و در ہے آج

لو ہم مریضِ عشق کے بیماردار ہیں
اچھا اگر نہ ہو تو مسیحا کا کیا علاج

باب الجیم فارسی

نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ
اگر شراب نہیں انتظارِ ساغر کھینچ

کمالِ گرمیِ سعیِ تلاشِ دید نہ پوچھ
برنگِ خار مرے آئنہ سے جوہر کھینچ

تجھے بہانۂ راحت ہے انتظار اے دل
کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ

تری طرف ہے بحسرت نظارۂ نرگس
بکوریِ دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ

باب الدال

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

منصبِ شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا
ہوئی معزولیِ انداز و ادا میرے بعد

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی
ان کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد

درخورِ عرض نہیں جوہرِ بیداد کو جا
نگہِ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد

ہے جنوں اہلِ جنوں کے لیے آغوشِ وداع
چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

غم سے مرتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
کہ کرے تعزیتِ مہر و وفا میرے بعد

آئے ہے بیکسیِ عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

باب الذال المعجمہ

باب الرا

بلا سے ہیں جو یہ پیشِ نظر در و دیوار
نگاہِ شوق کو ہیں بال و پر در و دیوار

وفور اشک نے کاشانہ کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در، در و دیوار

نہیں ہے سایہ کہ سنکر نوید مقدم یار
گئے ہیں چند قدم پیشتر در و دیوار

ہوئی ہے کس قدر ارزانی مے جلوہ
کہ مست ہے ترے کوچے میں ہر در و دیوار

جو ہے تجھے سر سودائے انتظار تو آ
کہ ہیں دکان متاع نظر در و دیوار

ہجوم گریہ کا سامان کب کیا میں نے
کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر در و دیوار

وہ آ رہا مرے ہمسایہ میں تو سایہ سے
ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

نظر میں کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر در و دیوار

نہ پوچھ بیخودی عیش مقدم سیلاب
کہ ناچتے ہیں پڑے سر بسر در و دیوار

نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہیں زمانے میں
حریف راز محبت مگر در و دیوار

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر

کام اس سے آ پڑا ہے کہ جس کا جہان میں
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہیں پر کہے بغیر

چھوڑوں گا میں نہ اس بت کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بغیر

غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

کیوں جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھ کر

آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے
سرگرم نالہ ہائے شرربار دیکھ کر

دیوان غالب

کیا آبروئے عشق جہاں عام ہو جفا
رکتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر

آتا ہے میرے قتل کو پر جوش رشک سے
مرتا ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق
لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

وا حسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
ہم کو حریص لذت آزار دیکھ کر

بک جاتے ہیں ہم آپ متاع سخن کے ساتھ
لیکن عیار طبع خریدار دیکھ کر

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھ کر

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اونکو جو نہ دے مجھکو زباں اور
ابرو سے ہے کیا اوس نگہ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اوسکی ہے کماں اور
تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اوٹھینگے
لے آئینگے بازار سے جا کر دل و جاں اور
ہر چند سبکدست ہوے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگ گراں اور
ہے خون جگر جوش میں دل کھولکے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونناب فشاں اور
مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اوڑ جاے
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور
لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

کیا بدگماں ہے مجھسے کہ آئینہ میں مرے	طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر
گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر	دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھکر

لرزتا ہے مرا دل زحمت مہر درخشاں پر	میں ہوں وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خار بیاباں پر
نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یاں بھی خانہ آرائی	سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر
فنا تعلیم درس بیخودی ہوں اوس زمانے سے	کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوار دبستاں پر
فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے	بہم گر صلح کرتے پارہاے دل نمکداں پر
نہیں اقلیم الفت میں کوئی طومار ناز ایسا	کہ پشت چشم سے جسکی نہووے مہر عنواں پر
مجھے اب دیکھکر ابر شفق آلودہ یاد آیا	کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر
بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہوگا	قیامت اک ہواے تند ہے خاک شہیداں پر

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اوسنے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر

ہے بسکہ ہر اک اونکے اشارے میں نشاں اور	کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اور

لیتا نہ اگر دل تمھیں دیتا کوئی دم چین
کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغاں اور
پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور
ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

صفاے حیرت آئینہ ہے سامان زنگ آخر
تغیر آب برجا ماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر
نہ کی سامان عیش و جاہ نے تدبیر وحشت کی
ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ آخر
جنوں کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی
گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر
برنگ کاغذ آتش زدہ نیرنگ بیتابی
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر

گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جوانمرگ گزارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیوں جیتے ہو غالب
قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

باب ۱۲۱

فارغ مجھے نہ جان کہ مانندِ صبح و مہر
ہے داغِ عشق زینتِ جیبِ کفن ہنوز

ہے نازِ مفلسان زرِ از دست رفتہ پر
ہوں گلفروشِ شوخیِ داغِ کہن ہنوز

میخانۂ جگر میں یہاں خاک بھی نہیں
خمیازہ کھینچے ہے بتِ بیدادفن ہنوز

حریفِ مطلبِ مشکل نہیں فسونِ نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمرِ خضر دراز

فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے
متاعِ بردہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرض رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہے
شعاعِ مہر سے تہمت نگہ کی چشمِ روزن پر

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوف گلخن پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

کشاکش مصلحت سے ہو کہ خوباں تجھ پہ عاشق ہیں
تکلف برطرف مل جائیگا تجھ سا رقیب آخر

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیوں اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا
ہوں در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤں
مانا کہ ہمیشہ نہیں اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملینگے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ہاں اے فلکِ پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہِ شبِ چاردہم تھے مرے گھر کے
پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشا کوئی دن اور

تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھ سے تمہیں نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

[illegible]

[illegible]

دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے	ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

تاب لائے ہی بنےگی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

نے گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز	مین ہون اپنے شکست کی آواز
تو اور آرایش خم کاکل	مین اور اندیشہاے دور دراز
لاف تمکین فریب سادہ دلی	ہم ہین اور رازہاے سینہ گداز
ہون گرفتار الفت صیاد	ورنہ باقی ہے طاقت پرواز
وہ بھی دن ہو کہ اوس ستمگر سے	ناز کھینچون بجاے حسرت ناز
نہین دل مین مرے وہ قطرۂ خون	جس سے مژگان ہوئی نہو گلباز
اے ترا غمزہ یک قلم انگیز	اے ترا ظلم سربسر انداز
تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو	ریزش سجدۂ جبین نیاز
مجکو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا	مین غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ خان تمام ہوا
اے دریغا وہ رند شاہد باز

باب سین مہملہ

مژدہ اے ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے
دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس

جگر تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا
جوے خون ہم نے بہائی بن ہر خار کے پاس

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

مین بھی رک رک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے
دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس

دہن شیر مین جا بیٹھیے لیکن اے دل
نہ کھڑے ہوجیے خوبان دل آزار کے پاس

دیکھکر تجھکو چمن بسکہ نمو کرتا ہے
خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

مرگیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے
بیٹھنا اوسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

باب شین معجمہ

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزۂ خط سے
لگاوے خانۂ آئینہ مین روے نگار آتش

فروغ حسن سے ہوتی ہے حل مشکل عاشق
نہ نکلے شمع کے پاسے نکالے گر نہ خار آتش

باب عین مہملہ

جادۂ رہ خور کو وقت شام ہے تار شعاع
چرخ وا کرتا ہے ماہ نو سے آغوش وداع

رخ نگار سے ہے سوز جاودانی شمع
ہوئی ہے آتش گل آب زندگانی شمع

زبان اہل زبان مین ہے مرگ خاموشی
یہ بات بزم مین روشن ہوئی بزبانی شمع

کرے ہے صرف بایماے شعلہ قصہ تمام	بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع
غم اسکو حسرت پروانہ کا ہے اے شعلہ	ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع
ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے	بجلوہ ریزی باد و بہ پر فشانی شمع
نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ	شگفتگی ہے شہید گل خزانی شمع

جلے ہے دیکھ کے بالین یار پر مجھکو
نکیون ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

باب الفاء

بیم رقیب سے نہین کرتے وداع ہوش	مجبور یان تلک ہوئے اے اختیار حیف
جلتا ہے دل کہ کیون نہ ہم اکبار جل گئے	اے ناتمامی نفس شعلہ بار حیف

باب کاف تازی

زخم پر چھڑکین کہان طفلان بے پروا نمک	کیا مزا ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک
گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل	ورنہ ہوتا ہے جہان مین کسقدر پیدا نمک
مجھکو ارزانی رہے تجھکو مبارک ہو جیو	نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک
شور جولان تھا کنار بحر پر کسکا کہ آج	گرد ساحل ہے بزخم موجۂ دریا نمک

باب کاف فارسی

باوجودِ یک جہان ہنگامہ پیدائی نہین / ہین چراغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترکِ جستجو / ہین وبالِ تکیہ گاہِ ہمتِ مردانہ ہم

دائم الحبس اس مین ہین لاکھون تمنائین اسد / جانتے ہین سینۂ پرخون کو زندان خانہ ہم

بہ نالہ حاصلِ دلبستگی فراہم کر / متاعِ خانۂ زنجیر جز صدا معلوم

[illegible]

مجھکو دیارِ غیر مین مارا وطن سے دور / رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

وہ حلقہ ہاے زلف کمین مین ہین اے خدا / رکھ لیجو میرے دعوئ وارستگی کی شرم

باب اللام

ہے کسقدر ہلاکِ فریبِ وفاے گل / بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل

آزادیٔ نسیم مبارک کہ ہر طرف / ٹوٹے پڑے ہین حلقۂ دامِ ہواے گل

جو تھا سو موجِ رنگ کے دھوکے مین مر گیا / اے واے نالۂ لبِ خونین نواے گل

خوشحال اوس حریفِ سیہ مست کا کہ جو / رکھتا ہو مثلِ سایۂ گل سر بپاے گل

ایجاد کرتی ہے اوسے تیرے لیے بہار / میرا رقیب ہے نفسِ عطر ساے گل

شرمندہ رکھتے ہین مجھے بادِ بہار سے / مینائے بے شراب و دلِ بے ہواے گل

سطوت سے تیرے جلوۂ حسنِ غیور کے / خون ہے مری نگاہ مین رنگِ اداے گل

تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آجتک / بے اختیار دوڑے ہے گل در قفاے گل

غالب مجھے ہے اوس سے ہم آغوشی آرزو / جسکا خیال ہے گلِ جیبِ قباے گل

باب المیم

غم نہین ہوتا ہے آزادون کو بیش از یک نفس / برق سے کرتے ہین روشن شمعِ ماتم خانہ ہم

محفلین برہم کرے ہے گنجفہ بازِ خیال / ہین ورق گردانیٔ نیرنگِ یک بتخانہ ہم

باب النون

[illegible]

ہون دامِ بختِ خفتہ سے یک خوابِ خوش ولے / غالب یہ خوف ہے کہ کہان سے ادا کرون

وہ فراق اور وہ وصال کہان / وہ شب و روز و ماہ و سال کہان

فرصتِ کاروبارِ شوق کسے / ذوقِ نظارۂ جمال کہان

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا / شورِ سودائے خط و خال کہان

تھی وہ اک شخص کے تصور سے / اب وہ رعنائیٔ خیال کہان

ایسا آسان نہین لہو رونا / دل مین طاقت جگر مین حال کہان

ہم سے چھوٹا قمار خانۂ عشق / وان جو جاوین گرہ مین مال کہان

فکر دنیا میں سر کھپاتا ہون | مین کہان اور یہ وبال کہان

مضمحل ہو گئے قوی غالب
وہ عناصر مین اعتدال کہان

کی وفا ہمسے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین | ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین
آج ہم اپنی پریشانی خاطر اونسے | کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین
اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو | جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین
دل مین آ جائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے | اور پھر کون سے نالہ کو رسا کہتے ہین
ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود | قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہین
پائے افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے | خار رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہین
اک شرر دل مین ہے اوس سے کوئی گھبرائیگا کیا | آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہین
دیکھیے لاتی ہے اوس شوخ کی نخوت کیا رنگ | اوسکی ہر بات پہ ہم نام خدا کہتے ہین

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید
مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

آبرو کیا خاک اوس گل کی کہ گلشن مین نہین | ہے گریبان ننگ پیراہن جو دامن مین نہین

ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن مین نہین
رنگ ہو کر اوڑ گیا جو خون کہ دامن مین نہین
ہو گئے ہین جمع اجزائے نگاہ آفتاب
ذرے اوسکے گھر کی دیوارون کے روزن مین نہین
کیا کہون تاریکی زندان غم اندھیر ہے
پنبہ نور صبح سے کم جسکے روزن مین نہین
رونق ہستی ہے عشق خانہ ویران ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن مین نہین
زخم سلوانے سے مجھپر چارہ جوئی کا ہے طعن
غیر سمجھا ہے کہ لذت زخم سوزن مین نہین
بسکہ ہین ہم اک بہار ناز کے مارے ہوئے
جلوہ گل کے سوا گرد اپنے مدفن مین نہین
قطرہ قطرہ اک ہیولی ہے نئے ناسور کا
خون بھی ذوق درد سے فارغ مرے تن مین نہین

[illegible]

[illegible]

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آ بھی نہ سکون

ضعف مین طعنۂ اغیار کا شکوہ کیا ہے
بات کچھ سر تو نہین ہے کہ اٹھا بھی نہ سکون

زہر ملتا ہی نہین مجھکو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

مجھسے کھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذرِ مستی ایکدن

غرۂ اوجِ بناے عالمِ امکان نہ ہو
اس بلندی کے نصیبون مین ہے پستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لاویگی ہماری فاقہ مستی ایکدن

نغمہ ہاے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایکدن

دھول دھپا اوس سراپا ناز کا شیوہ نہین
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایکدن

ہم پر جفا سے ترکِ وفا کا گمان نہین
اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحان نہین

کس منھ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا
پرسش ہے اور پاے سخن درمیان نہین

ہمکو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز
نامہربان نہین ہے اگر مہربان نہین

بوسہ اگر نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی
آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین

ہر چند جانگدازیِ قہر و عتاب ہے
ہر چند پشتِ گرمیِ تاب و توان نہین

[illegible]

مطلع

مت مردمکِ دیدہ مین سمجھو یہ نگاہین
ہین جمع سویداے دلِ چشم مین آہین

برشکالِ گریۂ عاشق ہے دیکھا چاہیے	کھل گئی مانند گل سو جا سے دیوارِ چمن
الفتِ گل سے غلط ہے دعویِ وارستگی	سرو ہے با وصفِ آزادی گرفتارِ چمن
عشق تاثیر سے نومید نہین	جان سپاری شجرِ بید نہین
سلطنت دست بدست آئی ہے	جامِ مے خاتمِ جمشید نہین
ہے تجلی تری سامانِ وجود	ذرہ بے پرتوِ خورشید نہین
رازِ معشوق نہ رسوا ہو جاے	ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین
گردشِ رنگِ طرب سے ڈر ہے	غمِ محرومیِ جاوید نہین

کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ
ہمکو جینے کی بھی امید نہین

جہان تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہین	خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین
دلِ آشفتگان خالِ کنجِ دہن کے	سویدا مین سیرِ عدم دیکھتے ہین

ترے سرو قامت سے اک قدِ آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہین
تماشا کر اے محوِ آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہین
سراغِ تفِ نالہ لے داغِ دل سے
کہ شب رو کا نقشِ قدم دیکھتے ہین
بنا کر فقیرون کا ہم بھیس غالب
تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہین

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین
کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین
کب سے ہون کیا بتاؤن جہانِ خراب مین
شبہاے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین
تا پھر نہ انتظار مین نیند آے عمر بھر
آنے کا عہد کر گئے آے جو خواب مین

ردیف نون

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھینگے جواب مین
مجھ تک کب انکی بزم مین آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب مین
جو منکرِ وفا ہو فریب اس پہ کیا چلے
کیون بدگمان ہون دوست سے دشمن کے باب مین
مین مضطرب ہون وصل مین خوفِ رقیب سے
ڈالا ہے تمکو وہم نے کس پیچ و تاب مین
مین اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے
جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین
ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے
ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب مین
لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا
لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین

ملتی ہے خوئے یار سے نار التہاب میں
کافر ہوں گر نہ ملتی ہو راحت عذاب میں

کب سے ہوں کیا بتاؤں جہان خراب میں
شب ہائے ہجر کو بھی رکھوں گر حساب میں

تا پھر نہ انتظار میں نیند آئے عمر بھر
آنے کا عہد کر گئے آئے جو خواب میں

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

میں اور حظ وصل خدا ساز بات ہے
جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں

ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے
ہے اک شکن پڑی ہوئی طرف نقاب میں

لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا
لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے
جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب میں

وہ سحر مدعا طلبی میں نہ کام آئے
جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب میں

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روز ابر و شب ماہتاب میں

کل کے لیے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوء ظن ہے ساقی کوثر کے باب میں

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دم سماع
گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب میں

رو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بعد ہے
جتنا کہ وہم غیر سے ہوں پیچ و تاب میں

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

ہے مشتمل نمود صور پر وجود بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں

آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیش نظر ہے آئنہ دائم نقاب میں

ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود
ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

ردیف النون

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
اے کاش جانتا نہ تری رہ گزر کو میں

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
کیا پوجتا ہوں اس بت بیداد گر کو میں

پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کوئے یار
جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو میں

اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دہر کا
سمجھا ہوں دل پذیر متاع ہنر کو میں

غالب خدا کرے کہ سوار سمند ناز
دیکھوں علی بہادر عالی گہر کو میں

ذکر میرا بہ بدی بھی اسے منظور نہیں
[illegible]

شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم
لوگ کہتے ہیں کہ ہے پر ہمیں منظور نہیں

قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن
ہم کو تقلید تنک ظرفی منصور نہیں

وعدہ سیر گلستاں ہے خوشا طالع شوق
مژدہ قتل مقدر ہے جو مذکور نہیں

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یان آ پڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے
تیرا پتا نہ پائین تو ناچار کیا کرین

کیا شمع کے نہین ہین ہواخواہ اہل بزم
ہو غم ہی جان گداز تو غمخوار کیا کرین

ہو گئی ہے غیر کی شیرین بیانی کارگر
عشق کا اوسکو گمان ہم بیزبانون پر نہین

قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہے دریا لیکن
ہمکو تقلید تنک ظرفی منصور نہین

حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی
عشق پر عربدہ کی گون تن رنجور نہین

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمہین
کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو
تو تغافل مین کسی رنگ سے معذور نہین

صاف دُردی کش پیمانۂ جم ہین ہم لوگ
وای وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہین

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہین

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہین
ہے تقاضاے جفا شکوۂ بیداد نہین

عشق و مزدوری عشرتگہ خسرو کیا خوب
ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم
دشت مین ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین

اہل بینش کو ہے طوفان حوادث مکتب
لطمۂ موج کم از سیلی استاد نہین

واے محرومی تسلیم و بدا حال وفا
جانتا ہے کہ ہمین طاقت فریاد نہین

رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیون ہے
گر چراغان سر رہگذر باد نہین

سبد گل کے تلے بند کرے ہے گلچین
مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین

نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا
دی ہے جاے دہن اوسکو دم ایجاد نہین

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے ولے اسقدر آباد نہین

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب
تمکو بے مہری یاران وطن یاد نہین

ردیف النون

[illegible]

ڈالا ہے تم کو وہم نے کس پیچ و تاب مین
مین اور حظ وصل خدا ساز بات ہے
جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین
ہے تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے
ہے اک شکن پڑی ہوئی طرف نقاب مین
لاکھون لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا
لاکھون بناؤ ایک بگڑنا عتاب مین
وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہ نہ پائے
جس نالے سے شگاف پڑے آفتاب مین
وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آئے
جس سحر سے سفینہ روان ہو سراب مین
غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہون روز ابر و شب ماہتاب مین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین
کیون گردش مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین
یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہے کس لیے
لوح جہان پہ حرف مکرر نہین ہون مین

تیرے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھین
ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہین

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین
شب فراق سے روز جزا زیاد نہین
کوئی کہے کہ شب مہ مین کیا برائی ہے
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین
جو آؤن سامنے اونکے تو مرحبا نکہین
جو جاؤن وانسے کہین کو تو خیر باد نہین
کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین
کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین
علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب
گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہین
جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام
دیا ہے ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

تم اونکے وعدے کا ذکر اونسے کیون کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہین
ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہین
آہ کا کسنے اثر دیکھا ہے
ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہین
تیری فرصت کے مقابل اے عمر
برق کو پابہ حنا باندھتے ہین
قید ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سروپا باندھتے ہین
نشۂ رنگ سے ہے واشد گل
مست کب بند قبا باندھتے ہین

حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے
آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین
کس واسطے عزیز نہین جانتے مجھے
لعل و زمرد و زر و گوہر نہین ہون مین
رکھتے ہو تم قدم مری آنکھون سے کیون دریغ
رتبے مین مہر و ماہ سے کمتر نہین ہون مین
کرتے ہو مجھکو منع قدمبوس کس لیے
کیا آسمان کے بھی برابر نہین ہون مین
غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہو گئین
یاد تھین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہو گئین

تھین بنات النعش گردون دنکو پردے مین نہان / شبکو انکی جی مین کیا آئی کہ عریان ہو گئین

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر / لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہو گئین

سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان مصر سے / ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہو گئین

جوے خون آنکھون سے بہنے دو کہ ہے شام فراق / مین یہ سمجھونگا کہ شمعین دو فروزان ہو گئین

ان پریزادون سے لینگے خلد مین ہم انتقام / قدرت حق سے یہی حورین اگر وان ہو گئین

نیند اوسکی ہے دماغ اوسکا ہے راتین اوسکی ہین / تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہو گئین

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا / بلبلین سنکر مرے نالے غزلخوان ہو گئین

وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دلکے پار / جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہو گئین

بسکہ روکا مین نے اور سینے مین ابھرین پے بہ پے / میری آہین بخیۂ چاک گریبان ہو گئین

وان گیا بھی مین تو انکی گالیونکا کیا جواب / یاد تھین جتنی دعائین صرف دربان ہو گئین

جانفزا ہے بادہ جسکے ہاتھ مین جام آگیا / سب لکیرین ہاتھ کی گویا رگ جان ہو گئین

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم / ملتین جب مٹ گئین اجزاے ایمان ہو گئین

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج / مشکلین مجھپر پڑین اتنی کہ آسان ہو گئین

یون ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہان / دیکھنا ان بستیون کو تم کہ ویران ہو گئین

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہین / یعنی ہماری جیب مین اک تار بھی نہین

دلکو نیاز حسرت دیدار کر چکے / دیکھا تو ہم مین طاقت دیدار بھی نہین

ملنا ترا اگر نہین آسان تو سہل ہے / دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

بے عشق عمر کٹ نہین سکتی ہے اور یان / طاقت بقدر لذت آزار بھی نہین

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبال دوش / صحرا مین اے خدا کوئی دیوار بھی نہین

گنجایش عداوت اغیار یکطرف / یان دل مین ضعف سے ہوس یار بھی نہین

ڈر نالہاے زار سے میرے خدا کو مان / آخر نواے مرغ گرفتار بھی نہین

دل مین ہے یار کی صف مژگان سے روکشی / حالانکہ طاقت خلش خار بھی نہین

اس سادگی پہ کون نہ مر جاے اے خدا / لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

دیکھا اسد کو خلوت و جلوت مین بارہا / دیوانہ گر نہین ہے تو ہشیار بھی نہین

نکوہش مانع بے ربطی شور جنوں آئی
ہوا ہے خندۂ احباب بخیہ جیب و دامن میں

ہوے اوس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے
پر افشاں جوہر آئینہ میں مثل ذرہ روزن میں

نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبت مخالف ہے
جو گل ہوں تو ہوں گلخن میں جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں

ہزاروں دل دیے جوش جنون عشق نے مجکو
سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خون تن میں

اسد زندانیٔ تاثیر الفتہاے خوباں ہوں
خم دست نوازش ہو گیا ہے طوق گردن میں

مزی جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں
سواے خون جگر سو جگر میں خاک نہیں

مگر غبار ہوے پر ہوا اوڑا لیجاے
وگرنہ تاب و تواں بال و پر میں خاک نہیں

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے
کہ غیر جلوۂ گل رہگذر میں خاک نہیں

بھلا اوسے نسہی کچھ مجھی کو رحم آتا
اثر مرے نفس بے اثر میں خاک نہیں

خیال جلوۂ گل سے خراب ہیں میکش
شرابخانہ کی دیوار و در میں خاک نہیں

ہوا ہوں عشق کی غارتگری سے شرمندہ
سواے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں

ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں

وارستہ اس سے ہین کہ محبت ہی کیون نہو
کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیون نہو

چھوڑا نہ مجھ مین ضعف نے رنگ اختلاط کا
ہے دل پہ بار نقش محبت ہی کیون نہو

ہے مجھکو تجھسے تذکرۂ غیر کا گلا
ہرچند بر سبیل شکایت ہی کیون نہو

پیدا ہوئی ہے کہتے ہین ہر درد کی دوا
یون ہو تو چارۂ غم الفت ہی کیون نہو

ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ
اپنے سے کھینچتا ہون خجالت ہی کیون نہو

ہے آدمی بجاے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو

ہنگامۂ زبونی ہمت ہے انفعال
حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیون نہو

وارستگی بہانۂ بیگانگی نہین
اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیون نہو

مٹتا ہے فوت فرصت ہستی کا غم کوئی
عمر عزیز صرف عبادت ہی کیون نہو

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہین اسد
اس مین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہو

مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سنکے ستم ظریف نے مجھکو اوٹھا دیا کہ یون

مجھسے کہا جو یار نے جاتے ہین ہوش کس طرح
دیکھکے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یون

کب مجھے کوے یار مین رہنے کی وضع یاد تھی
آئنہ دار بن گئی حیرت نقش پا کہ یون

گر ترے دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال
موج محیط آب مین مارے ہے دست و پا کہ یون

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایکبار پڑھکے اوسے سنا کہ یون

باب الواو

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

بقدر حسرت دل چاہیے ذوق معاصی بھی
بھرون یک گوشۂ دامن گر آب ہفت دریا ہو

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوے
کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

کعبہ مین جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین
بھولا ہون حق صحبت اہل کنشت کو

طاعت مین تا رہے نہ مے و انگبین کی لاگ
دوزخ مین ڈالدو کوئی لیکر بہشت کو

ہون منحرف نہ کیون رہ و رسم ثواب سے
ٹیڑھا لگا ہے قط قلم سرنوشت کو

غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہین مجھے
خرمن جلے اگر نہ ملخ کہاے کشت کو

قفس مین ہون اگر اچھا بھی نہ جانین میرے شیون کو
مرا ہونا برا کیا ہے نواسنجان گلشن کو

[illegible]

[illegible]

ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین
نہین دیکھا شناور جوے خون مین تیرے توسن کو

ہوا چرچا جو میرے پانون کی زنجیر بننے کا
کیا بیتاب کان مین جنبشِ جوہر نے آہن کو

خوشی کیا کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے
سمجھتا ہون کہ ڈھونڈے ہی ابھی سے برق خرمن کو

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایمان ہے
مرے بتخانے مین تو کعبہ مین گاڑو برہمن کو

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجھکو
جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بیخبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

سخن کیا کہہ نہین سکتے کہ جویان ہون جواہر کے
جگر کیا ہم نہین رکھتے کہ کھودین جاکے معدن کو

مرے شاہِ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

دھوتا ہون جب مین پینے کو اوس سیمتن کے پانو
رکھتا ہی ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو

دی سادگی سے جان پڑون کوہکن کے پانو
ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو

بھاگے تھے ہم بہت سو اوسیکی سزا ہے یہ
ہو کر اسیر دابتے ہین راہزن کے پانو

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پانو

اللہ رے ذوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ
ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پانو

[illegible]

ضعف سے نقش پئے مور ہے طوقِ گردن
ترے کوچے سے کہان طاقتِ رم ہے ہمکو

جان کر کیجے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہمکو

رشک ہم طرحی و دردِ اثرِ بانگِ حزین
نالۂ مرغِ سحر تیغِ دو دم ہے ہمکو

سر اوڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا
ہنس کے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے ہمکو

دل کے خون کرنے کی کیا وجہ ولیکن ناچار
پاس بے رونقیِ دیدہ اہم ہے ہمکو

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغان کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہمکو

لکھنؤ آنے کا باعث نہین کھلتا یعنی
ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہمکو

تمہیں کہو کہ گذارا صنم پرستون کا
بتون کی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

اوُلجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو

جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو

ہمین پھر اون سے امید اور اونھین ہماری قدر
ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو

غلط تھا ہمین خط پر گمان تسلی کا
نہ مانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو

بتاؤ اوس مژہ کو دیکھکر کہ مجھکو قرار
یہ نیش ہو رگ جان مین فرو تو کیونکر ہو

مجھے جنون نہین غالب ولے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر
عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہمکو

لیے جاتی ہے کہین ایک توقع غالب
جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہمکو

تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

بچتے نہین مواخذۂ روز حشر سے
قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

کیا وہ بھی بیگنہ کش و حق ناسپاس ہین
مانا کہ تم بشر نہین خورشید و ماہ ہو

اوبھرا ہوا نقاب مین ہے اونکے ایک تار
مرتا ہون مین کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

غالب بھی گر نہو تو کچھ ایسا ضرر نہین
دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو
کہے سے کچھ نہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

ہماری ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال
کہ گر نہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے
حیا ہے اور یہی گومگو تو کیونکر ہو

[illegible]

[illegible]

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے	ہوئے تم دوست جسکے دشمن اوسکا آسمان کیون ہو
یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین	عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو
کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی	بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

رہیے اب ایسی جگہ چلکر جہان کوئی نہو	ہم سخن کوئی نہو اور ہم زبان کوئی نہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے	کوئی ہمسایہ نہو اور پاسبان کوئی نہو
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہو بیماردار	اور اگر مر جائیے تو نوحہ خوان کوئی نہو

باب الہاء

از مہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئنہ	طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئنہ
ہے سبزہ زار ہر در و دیوار غمکدہ	جسکی بہار یہ ہو پھر اوسکی خزان نہ پوچھ
ناچار بیکسی کی بھی حسرت اوٹھائیے	دشواری رہ و ستم ہمرہان نہ پوچھ

باب الیاء

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اوٹھائیے	طاقت کہان کہ دید کا احسان اوٹھائیے

[illegible]
عاشق ہوئے ہین آپ بھی ایک اور شخص پر
آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے
دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی
ہان کچھ نہ کچھ تلافی مافات چاہیے
سیکھے ہین مہ رخون کے لیے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے

[illegible]
مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے
ہے رنگ لالہ و گل و نسرین جدا جدا
ہر رنگ مین بہار کا اثبات چاہیے
سر پاے خم پہ چاہیے ہنگام بیخودی
رو سوے قبلہ وقت مناجات چاہیے
یعنی بحسب گردش پیمانۂ صفات
عارف ہمیشہ مست مے ذات چاہیے
نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہے جو بات چاہیے

بساط عجز مین تھا ایک دل یک قطرہ خون وہ بھی
سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی
رہے اوس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

خیالِ مرگ کب تسکیں دلِ آزردہ کو بخشے
مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں وہ بھی

نہ کرتا کاش نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ دروں وہ بھی

نہ اتنا برّشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موجِ خوں وہ بھی

مۓ عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگوں وہ بھی

مرے دل میں ہے غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

ہے بزمِ بتاں میں سخن آزردہ لبوں سے
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

ہے دورِ قدح وجہِ پریشانیِ صہبا
یکبار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے

رندانِ درِ میکدہ گستاخ ہیں زاہد
زنہار نہ ہونا طرفِ ان بے ادبوں سے

بیدادِ وفا دیکھ کہ جاتی رہی آخر
ہر چند مری جان کو تھا ربط لبوں سے

تا ہمکو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

غالب ترا احوال سنا دینگے ہم اونکو
وہ سنکے بلا لیں یہ اجارا نہیں کرتے

[illegible]

کیا خوب تمنے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی منہ مین زبان ہے

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین
فرمانروائے کشور ہندوستان ہے

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
کس سے کہوں کہ داغ جگر کا نشان ہے

ہے بارے اعتماد وفاداری اسقدر
غالب ہم اسمین خوش ہین کہ نامہربان ہے

درد سے میرے ہے تجکو بیقراری ہای ہای
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہای ہای

تیرے دل مین گر نہ تھا آشوب غم کا حوصلہ
تونے پھر کیون کی تھی میری غمگساری ہای ہای

کیون مری غمخوارگی کا تجکو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہای ہای

عمر بھر کا تونے پیمان وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہین ہے پائداری ہای ہای

زہر لگتی ہے مجھے آب وہوائے زندگی
یعنی تجھسے تھی اسے ناسازگاری ہای ہای

گلفشانیہائے ناز جلوہ کو کیا ہو گیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہای ہای

شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک مین
ختم ہے الفت کی تجھپر پردہ داری ہای ہای

خاک مین ناموس پیمان محبت مل گئی
اوٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہای ہای

ہاتھ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نپایا زخم کاری ہای ہای

[illegible]

[illegible]

وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا	دریا زمین کو عرقِ انفعال ہے

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

تم اپنے شکوہ کی باتیں نہ کھود کھود کے پوچھو	حذر کرو مرے دل سے کہ اسمیں آگ دبی ہے

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے نہ آہِ نیم شبی ہے

ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا	ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے
جی جلے ذوقِ فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں	ہم نہیں جلتے نفس ہر چند آتش بار ہے
آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدا	ہر کوئی درماندگی میں نالہ سے ناچار ہے
ہو رہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ	جسکے جلوے سے زمیں تا آسماں سرشار ہے
مجھ سے مت کہہ تو ہمیں کہتا تھا اپنی زندگی	زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیزار ہے
آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا	تجھ پہ کھل جاوے کہ اسکو حسرتِ دیدار ہے
بیٹھیں ہیں گرتے ہیں جو کوچے سے وہ میرے	کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے
مری ہستی فضائے حیرت آبادِ تمنا ہے	جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے

[illegible]

[illegible]

ہم کوئی ترکِ وفا کرتے ہیں	نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی
کچھ تو دے اے فلکِ ناانصاف	آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے	بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جائے اسد
گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

ہے آرمیدگی میں نکوہش بجا مجھے	صبحِ وطن ہے خندۂ دنداں نما مجھے
ڈھونڈھے ہے اوس مغنیٔ آتش نفس کو جی	جسکی صدا ہو جلوۂ برقِ فنا مجھے
مستانہ طے کروں ہوں رہِ وادیٔ خیال	تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے
کرتا ہے بسکہ باغ میں تو بے حجابیاں	آنے لگی ہے نکہتِ گل سے حیا مجھے

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب	ہم بھی کیا یاد کرینگے کہ خدا رکھتے تھے
اوس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے	بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے
دل ہی تو ہے سیاستِ درباں سے ڈر گیا	میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کیے

[illegible]

رفتارِ عمر قطعِ رہِ اضطراب ہے
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے
مینائے مے ہے سروِ نشاطِ بہار سے
بالِ تدرو جلوۂ موجِ شراب ہے
زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا
نے بھاگنے کی گوں نہ اقامت کی تاب ہے
جادادِ بادہ نوشیٔ رنداں ہے شش جہت
غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے
نظارہ کیا حریف ہو اوس برقِ حسن کا
جوشِ بہار جلوے کو جس کی نقاب ہے
میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے
گزرا اسد مسرتِ پیغامِ یار سے
قاصد پہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

[illegible]

اوگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

سادگی پر اوسکی مر جانے کی حسرت دل میں ہے
بس نہیں چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل میں ہے
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اوسنے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہے
میں اوسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے میں ہے
آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

غیر کو یا رب وہ کیونکر منع گستاخی کرے
گر حیا بھی اوسکو آتی ہے تو شرما جائے ہے

شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے
دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے

دور چشم بد تری بزم طرب سے واہ واہ
نغمہ ہو جاتا ہے واں گر نالہ میرا جائے ہے

گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

اوسکی بزم آرائیاں سنکر دل رنجور یاں
مثل نقش مدعائے غیر بیٹھا جائے ہے

ہوکے عاشق وہ پری رخ اور نازک بن گیا
رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اوڑتا جائے ہے

نقش کو اوسکے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں
کھینچتا ہے جسقدر اوتنا ہی کھنچتا جائے ہے

سایہ میرا مجھسے مثل دود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے
تب اماں ہجر میں دی برد لیالی نے مجھے

نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم
لے لیا مجھسے مری ہمت عالی نے مجھے

کثرت آرائی وحدت ہے پرستاری وہم
کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

[illegible]

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان
اوٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اوڑتی پھری ہے خاک مری کوی یار مین
بارے اب اے ہوا ہوس بال و پر گئی

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے شیوۂ اہل نظر گئی

نظارہ نے بھی کام کیا وان نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

فردا و دی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

مارا زمانہ نے اسد اللہ خان تمہین
وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی

تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوق نظر ملے
حوران خلد مین تری صورت اگر ملے

اپنی گلی مین مجھکو نہ کر دفن بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم
ہر شب پیا ہی کرتے ہین مے جسقدر ملے

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

تمکو بھی ہم دکھائین کہ مجنون نے کیا کیا
فرصت کشاکش غم پنہان سے گر ملے

لازم نہین کہ خضر کی ہم پیروی کرین
جانا کہ اک بزرگ ہمین [illegible]

اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا
تمکو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی مین ہمنے ٹھانی اور ہے

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان
سوز غمہای نہانی اور ہے

بارہا دیکھی ہین انکی رنجشین
پر کچھ اب کے سرگرانی اور ہے

دیکے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر
کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

قاطع اعمار ہین اکثر نجوم
وہ بلاے آسمانی اور ہے

ہو چکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

ردیف ی

کوئی امید بر نہین آتی
کوئی صورت نظر نہین آتی

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

[illegible]

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین
میری آواز گر نہین آتی

داغ دل گر نظر نہین آتا
بو بھی اے چارہ گر نہین آتی

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی	کچھ ہماری خبر نہیں آتی
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی	موت آتی ہے پر نہیں آتی

کعبہ کس منہ سے جاؤگے غالب
شرم تمکو مگر نہیں آتی

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے	آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار	یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں	کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے
جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود	پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں	غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے
شکن زلف عنبریں کیوں ہے	نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں	ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
ہمکو ان سے وفا کی ہے امید	جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا	اور درویش کی صدا کیا ہے
جان تم پر نثار کرتا ہوں	میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے
یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وو آئے

ہوں کشمکش نزع میں ہاں جذب محبت
کچھ کہہ نہ سکوں پر وہ مرے پوچھنے کو آئے

ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم
آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں گو آئے

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگینگے نکیرین
ہاں منہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے

جلاد سے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھگڑتے
ہم سمجھے ہوئے ہیں اسے جس بھیس میں جو آئے

ہاں اہل طلب کون سنے طعنۂ نایافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

[illegible]

اپنا نہیں یہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں
اس در پہ نہیں بار تو کعبہ ہی کو ہو آئے

کی ہمنفسوں نے اثر گریہ میں تقریر
اچھے رہے آپ اس سے مگر مجھکو ڈبو آئے

اس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب
ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو آئے

[illegible]

پھر کچھ اس دل کو بیقراری ہے
سینہ جویاے زخم کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمد فصل لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصد نگاہ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلال جنس رسوائی
دل خریدار ذوق خواری ہے

[illegible]

وہی صد رنگ نالہ فرسائی	وہی صد گونہ اشکباری ہے
دل ہوائے خرام ناز سے پھر	محشرستان بیقراری ہے
جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے	روز بازار جان سپاری ہے
پھر اوسی بیوفا پہ مرتے ہین	پھر وہی زندگی ہماری ہے

قطعہ

پھر کھلا ہے در عدالت ناز	گرم بازار فوجداری ہے
ہو رہا ہے جہان مین اندھیر	زلف کی پھر سرشتہ داری ہے
پھر دیا پارۂ جگر نے سوال	ایک فریاد و آہ و زاری ہے
پھر ہوئے ہین گواہ عشق طلب	اشکباری کا حکم جاری ہے
دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا	آج پھر اوسکی روبکاری ہے

بیخودی بے سبب نہین غالب
کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

جنون تہمت کش تسکین نہو گر شادمانی کی	نمکپاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی
کشاکشہای ہستی سے کرے کیا سعی آزادی	ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی

بے اعتدالیون سے سبک سب مین ہم ہوے
جتنے زیادہ ہو گئے اوتنے ہی کم ہوے

پنہان تھا دام سخت قریب آشیان کے
اوڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوے

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہے
یان تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوے

سختی کشان عشق کی پوچھے ہے کیا خبر
وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوے

تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دہر مین
تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے ستم ہوے

لکھتے رہے جنون کی حکایات خونچکان
ہر چند اسمین ہاتھ ہمارے قلم ہوے

اللہ ری تیری تندی خو جسکے بیم سے
اجزای نالہ دل مین مرے رزق ہم ہوے

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق
جو پانون اوٹھ گئے وہی اونکے علم ہوے

نالے عدم مین چند ہمارے سپرد تھے
جو وان نہ کھنچ سکے سو وہ یان آکے دم ہوے

چھوڑی اسدؔ نہ ہمنے گدائی مین دل لگی
سائل ہوے تو عاشقِ اہلِ کرم ہوے

جو نہ نقدِ داغِ دلکی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہان ہے بکمینِ بے زبانی

مجھے اوس سے کیا توقع بزمانۂ جوانی
کبھی کودکی مین جسنے نہ سنی مری کہانی

یون ہی دکھ کسی کو دینا نہین خوب ورنہ کہتا
کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی

ظلمت کدہ مین میرے شبِ غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے

نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال
مدت ہوئی کہ آشتیِ چشم و گوش ہے

مے نے کیا ہے حسنِ خود آرا کو بے حجاب
اے شوق یان اجازتِ تسلیمِ ہوش ہے

گوہر کو عقدِ گردنِ خوبان مین دیکھنا
کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے

دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست
بزمِ خیال میکدۂ بے خروش ہے

قطعہ

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوای دل
زنہار اگر تمھین ہوسِ نای و نوش ہے

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہے

ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی
مطرب بنغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط
دامانِ باغبان و کفِ گلفروش ہے

لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدای چنگ
یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے

یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین
نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین
غالبؔ صریرِ خامہ نوای سروش ہے

غزل

آ کہ مری جان کو قرار نہین ہے
طاقتِ بیدادِ انتظار نہین ہے

دیتے ہین جنت حیاتِ دہر کے بدلے
نشہ باندازۂ خمار نہین ہے

گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھکو
ہای کہ رونے پہ اختیار نہین ہے

ہمسے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر
خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے

دلسے اوٹھا لطفِ جلوہ ہای معانی
غیرِ گل آئینۂ بہار نہین ہے

قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے
وای اگر عہد استوار نہین ہے

تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالبؔ
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہین ہے

[illegible]

ہجومِ غم سے یانتک سرنگونی مجکو حاصل ہے	کہ تارِ دامن و تارِ نظر مین فرق مشکل ہے
رفوی زخم سے مطلب ہے لذت زخمِ سوزن کی	سمجھیو مت کہ پاسِ درد سے دیوانہ غافل ہے
وہ گل جس گلستان مین جلوہ فرمائی کرے غالب	
چٹکنا غنچۂ گل کا صدائے خندۂ دل ہے	
پا بدامن ہو رہا ہون بسکہ مین صحرا نورد	خارِ پا ہین جوہرِ آئینۂ زانو مجھے
دیکھنا حالت مری دل کی ہم آغوشی کے وقت	ہے نگاہِ آشنا تیرا سرِ ہر مو مجھے
ہون سراپا سازِ آہنگِ شکایت کچھ نہ پوچھ	
ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے	
جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آوے	جان کالبدِ صورتِ دیوار مین آوے
سایہ کی طرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر	تو اس قدِ دلکش سے جو گلزار مین آوے
تب نازِ گرانمایگی اشک بجا ہے	جب لختِ جگر دیدۂ خونبار مین آوے
دے مجکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر	کچھ تجکو مزا بھی مرے آزار مین آوے
اوس چشمِ فسونگر کا اگر پاے اشارا	طوطی کی طرح آئنہ گفتار مین آوے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب	اک آبلہ پا وادیِ پرخار مین آوے

حسنِ مہ گرچہ بہ ہنگامِ کمال اچھا ہے
اوس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہے
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

غالب

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے
بے طلب دین تو مزا اوس مین سوا ملتا ہے
وہ گدا جسکو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے
اون کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے
دیکھیے پاتے ہین عشاق بتون سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
ہمسخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا
جس طرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچھا ہے
قطرہ دریا مین جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جسکا کہ مآل اچھا ہے
خضر سلطان کو رکھے خالقِ اکبر سرسبز
شاہ کے باغ مین یہ تازہ نہال اچھا ہے

[illegible]

شکوے کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے
یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے
پر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
گو سمجھتا نہیں پر حسن تلافی دیکھو
شکوۂ جور سے سرگرم جفا ہوتا ہے
عشق کی راہ میں ہے چرخ مکوکب کی وہ چال
سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

دیوان غالب

کیوں نہ ٹھہریں ہدف ناوک بیداد کہ ہم
آپ اوٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ
کہ بھلا چاہتے ہیں اور برا ہوتا ہے
نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب
لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

نہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی
امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
خار خار الم حسرت دیدار تو ہے
شوق گلچین گلستان تسلی نہ سہی
مے پرستان خم مے منہ سے لگاتے ہی بنے
ایکدن گر نہوا بزم مین ساقی نہ سہی
نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا
گر نہین شمع سیہ خانہ لیلی نہ سہی
ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی
عشرت صحبت خوبان ہی غنیمت سمجھو
نہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ سہی

عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے
کہ اپنے سایہ سے سر پانؤن سے ہے دو قدم آگے
قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادۂ الفت
فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے
غم زمانہ نے جھاڑی نشاط عشق کی مستی
وگرنہ ہم بھی اوٹھاتے تھے لذت الم آگے
خدا کے واسطے داد اس جنون شوق کی دینا
کہ اوسکے در پہ پہونچتے ہین نامہ بر سے ہم آگے

قطعہ

خامہ میرا کہ وہ ہے باربد بزم سخن
شاہ کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہے
اے شہنشاہ کواکب سپہ و مہر علم
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے
سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے
تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے

[illegible]

ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال | آستاں پر ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے

میں جو گستاخ ہوں آئین غزل خوانی میں | یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے
وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

[illegible]

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

رات پی زمزم پہ مے اور صبح دم
دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

دل کو آنکھوں نے پھنسایا کیا مگر
یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے

شاہ کی ہے غسل صحت کی خبر
دیکھیے کب دن پھریں حمام کے

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

دیکھو اے ساکنان خطۂ خاک
اس کو کہتے ہیں عالم آرائی

کہ زمیں ہو گئی ہے سر تا سر
روکش سطح چرخ مینائی

سبزہ کو جب کہیں جگہ نہ ملی
بن گیا روئے آب پر کائی

سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے
چشم نرگس کو دی ہے بینائی

ہے ہوا میں شراب کی تاثیر
بادہ نوشی ہے بادپیمائی

کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب
شاہ دیندار نے شفا پائی

تغافل دوست ہوں میرا دماغ عجز عالی ہے
اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے

رہا آباد عالم اہل ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

کب وہ سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

خلش غمزۂ خونریز نہ پوچھ
دیکھ خوننابہ فشانی میری

کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے یار
مگر آشفتہ بیانی میری

ہوں ز خود رفتۂ بیدائے خیال
بھول جانا ہے نشانی میری

متقابل ہے مقابل میرا
رک گیا دیکھ روانی میری

قدر سنگ سر رہ رکھتا ہوں
سخت ارزاں ہے گرانی میری

گرد باد رہ بیتابی ہوں
صرصر شوق ہے بانی میری

دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا
کھل گئی ہیچمدانی میری

کر دیا ضعف نے عاجز غالب
ننگ پیری ہے جوانی میری

نقش ناز بت طناز بآغوش رقیب
پائے طاؤس پئے خامۂ مانی مانگے

تو وہ بد خو کہ تحیر کو تماشا جانے
غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

وہ تپ عشق تمنا ہے کہ پھر صورت شمع
شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے
ہر غنچہ کا گل ہونا آغوش کشائی ہے

واں کنگر استغنا ہر دم ہے بلندی پر
یاں نالہ کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

[illegible]

آغوشِ گل کشادہ براے وداع ہے	اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے
ہے وصل ہجر عالمِ تمکین و ضبط مین	معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے

اوس لب سے مل ہی جائیگا بوسہ کبھی تو ہان
شوقِ فضول و جراتِ رندانہ چاہیے

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے	یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے
صحبتِ رندان سے واجب ہے حذر	جاے مے اپنے کو کھینچا چاہیے
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل	بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیے
چاک مت کر جیب بے ایامِ گل	کچھ اودھر کا بھی اشارا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی	منہ چھپانا ہمسے چھوڑا چاہیے
دشمنی نے میری کھویا غیر کو	کسقدر دشمن ہے دیکھا چاہیے
اپنی رسوائی مین کیا چلتی ہے سعی	یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے
منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید	ناامیدی اوسکی دیکھا چاہیے
غافل ان مہ طلعتون کیواسطے	چاہنے والا بھی اچھا چاہیے
چاہتے ہین خوبرویون کو اسد	آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

ہر قدم دوریِ منزل ہے نمایان مجھسے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیابان مجھسے
درسِ عنوانِ تماشا بتغافل خوشتر
ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگان مجھسے
وحشتِ آتشِ دل سے شبِ تنہائی مین
صورتِ دود رہا سایہ گریزان مجھسے
غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بتان
کسقدر خانۂ آئینہ ہے ویران مجھسے
اثرِ آبلہ سے جادۂ صحراے جنون
صورتِ رشتۂ گوہر ہے چراغان مجھسے
بیخودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو
پر ہے سایہ کی طرح میرا شبستان مجھسے
شوقِ دیدار مین گر تو مجھے گردن مارے
ہو نگہ مثلِ گلِ شمع پریشان مجھسے
بیکسیہاے شبِ ہجر کی وحشت ہے ہے
سایہ خورشیدِ قیامت مین ہے پنہان مجھسے
گردشِ ساغرِ صد جلوۂ رنگین تجھسے
آئنہ داریِ یک دیدۂ حیران مجھسے
نگہِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہے اسد
ہے چراغانِ خس و خاشاکِ گلستان مجھسے

نکتہ چین ہے غمِ دل اوسکو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے
مین بلاتا تو ہون اوسکو مگر اے جذبۂ دل
اوس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے
کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے
غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

دکھا جنبش لب ہی تمام کر ہمکو

[illegible]

دل بیدست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے
خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئے ہو
فروغ شمع بالین طالع بیدار بستر ہے
بطوفان گاہ جوش اضطراب شام تنہائی
شعاع آفتاب صبح محشر تار بستر ہے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہین تو کیا	ہاتھ آوین تو اونہین ہاتھ لگائے نہ بنے
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے	پردہ چھوڑا ہے وہ اوسنے کہ اوٹھائے نہ بنے
موت کی راہ نہ دیکھوں کہ بن آئے نہ رہے	تمکو چاہون کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے
بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اوٹھائے نہ اوٹھے	کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہین ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

چاک کی خواہش اگر وحشت بعریانی کرے	صبح کے مانند زخم دل گریبانی کرے
جلوہ کا تیرے وہ عالم ہے کہ گر کیجے خیال	دیدۂ دل کو زیارت گاہ حیرانی کرے
ہے شکستن سے بھی دل نومید یارب کب تلک	آبگینہ کوہ پر عرض گرانجانی کرے
میکدہ گر چشم مست ناز سے پاوے شکست	موے شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

خط عارض سے لکھا ہے زلف کو الفت نے عہد
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

وہ آ کے خواب مین تسکین اضطراب تو دے	ولے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے
کرے ہے قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا	تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

[illegible]

[illegible]

ہاں کھائیو مت فریبِ ہستی	ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے
شادی سے گزر کہ غم نہووے	اردی جو نہو تو دی نہیں ہے
کیوں ردِّ قدح کرے ہے زاہد	مے ہی یہ مگس کی قے نہیں ہے

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے **غالب**
آخر تو کیا ہے اے نہیں ہے

نہ پوچھ نسخۂ مرہم جراحتِ دل کا	کہ اوس میں ریزۂ الماس جزوِ اعظم ہے
بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی	وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے
ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے	مرتے ہیں ولے اونکی تمنا نہیں کرتے
درپردہ اونھیں غیر سے ہے ربطِ نہانی	ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پردا نہیں کرتے

یہ باعثِ نومیدیِ اربابِ ہوس ہے
غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہیں کرتے

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ	خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گلچیں ہے
کبھی تو اس دلِ شوریدہ کی بھی داد ملے	کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے
بجا ہے گر نہ سنے نالہائے بلبلِ زار	کہ گوشِ گل نمِ شبنم سے پنبہ آگیں ہے

[illegible]

[illegible]

بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا سنگِ فسان ؎	مرحبا میں کیا مبارک ہے گرانجانی مجھے
کیون نہ ہے التفات اوسکی خاطر جمع ہے	جانتا ہے محوِ پرسشہاے پنہانی مجھے
میرے غمخانیکی قسمت جب رقم ہونے لگی	لکھدیا منجملۂ اسبابِ ویرانی مجھے
بدگمان ہوتا ہے وہ کافر نہوتا کاشکے	اسقدر ذوقِ نواے مرغِ بستانی مجھے
وای وان بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا	لیگیا تھا گور مین ذوقِ تن آسانی مجھے
وعدہ آنیکا وفا کیجے یہ کیا انداز ہے	تمنے کیون سونپی ہے میرے گھر کی دربانی مجھے
ہان نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری واہ وا	پھر ہوا ہے تازہ سوداے غزلخوانی مجھے

دی مرے بھائی کو حق نے از سرِ نو زندگی
میرزا یوسف ہے غالب یوسفِ ثانی مجھے

یاد ہے شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے	سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیرِ لب مجھے
ہے کشادِ خاطرِ وابستہ دررہنِ سخن	تھا طلسمِ قفلِ ابجد خانۂ مکتب مجھے
یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے	رشکِ آسائش پہ ہے زندانیون کی اب مجھے
طبع ہے مشتاقِ لذتہاے حسرت کیا کرون	آرزو سے ہے شکستِ آرزو مطلب مجھے
دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے	عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

[illegible]

سنبھلنے دی مجھے ای ناامیدی کیا قیامت ہی
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھسے

تکلف برطرف نظارگی مین بھی سہی لیکن
وہ دیکھا جائے کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھسے

ہوئے ہین پانون ہی پہلے نبردِ عشق مین زخمی
نہ بھاگا جائے ہے مجھسے نہ ٹھہرا جائے ہے مجھسے

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھسے

زبسکہ مشقِ تماشا جنون علامت ہے
کشاد و بستِ مژہ سیلیِ ندامت ہے

نجانون کیونکہ مٹے داغِ طعنِ بدعہدی
تجھے کہ آئنہ بھی ورطۂ ملامت ہے

بپیچ و تابِ ہوس سلکِ عافیت مت توڑ
نگاہِ عجز سرِ رشتۂ سلامت ہے

وفا مقابل و دعوائے عشق بے بنیاد
جنونِ ساختہ و فصلِ گل قیامت ہے

لاغر اتنا ہون کہ گر تو بزم مین جا دے مجھے
میرا ذمہ دیکھکر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے کہ اوسکو دیکھکر آجائے رحم
وان تلک کوئی کسی حیلے سے پہونچا دے مجھے

منہ نہ دکھلاوے نہ دکھلا پر باندازِ عتاب
کھولکر پردہ ذرا آنکھین ہی دکھلا دے مجھے

یان تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ مین
زلف گر بن جاؤن تو شانے مین اولجھا دے مجھے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگِ سلیمان مرے نزدیک
اک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے

جز نام نہین صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے

ہوتا ہے نہان گرد مین صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبین خاک پہ دریا مرے آگے

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

سچ کہتے ہو خودبین و خودآرا ہون نہ کیون ہون
بیٹھا ہے بتِ آئنہ سیما مرے آگے

پھر دیکھیے اندازِ گل افشانیِ گفتار
رکھ دے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

[illegible]

نفرت کا گمان گزرے ہے مین رشک سے گزرا
کیونکر کہون لو نام نہ انکا مرے آگے

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

عاشق ہون پہ معشوق فریبی ہے مرا کام
مجنون کو برا کہتی ہے لیلی مرے آگے

خوش ہوتے ہین پر وصل مین یون مر نہین جاتے
آئی شبِ ہجران کی تمنا مرے آگے

ہے موجزن اک قلزمِ خون کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہمراز ہے میرا
غالب کو برا کیون کہو اچھا مرے آگے

رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم
بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے
کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے
پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا
آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
کرنے گئے تھے اس سے تغافل کا ہم گلہ
کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے
اس رنگ سے اٹھائی کل اس نے اسد کی نعش
دشمن بھی جسکو دیکھ کے غمناک ہو گئے

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب
شیشۂ مے سرو سبز جوئبار نغمہ ہے
ہمنشین مت کہہ کہ برہم کر نہ بزم عیش دوست
وان تو میرے نالے کو بھی اعتبار نغمہ ہے

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے
تمھیں کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے

نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہین
مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

وہ نیشتر سہی پر دل مین جب اوتر جاوے
نگاہ ناز کو پھر کیون نہ آشنا کہیے

نہین ذریعۂ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جسکو کہ دلکشا کہیے

جو مدعی بنے اوسکے نہ مدعی بنیے
جو نا سزا کہے اوسکو نہ نا سزا کہیے

کہین حقیقت جانکاہی مرض لکھیے
کہین مصیبت ناسازی دوا کہیے

کبھی شکایت رنج گران نشین کیجے
کہین حکایت صبر گریز پا کہیے

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے
کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے

نہین نگار کو الفت نہو نگار تو ہے
روانی روش و مستی ادا کہیے

نہین بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے
طراوت چمن و خوبی ہوا کہیے

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

ہونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے

صرف بہائے مے ہوئے آلات میکشی
تھے یہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے

[illegible]

عرض ناز شوخی دندان برائے خندہ ہے
دعوی جمعیت احباب جائے خندہ ہے
ہے عدم مین غنچہ محو عبرت انجام گل
یک جہان زانو تامل در قفائے خندہ ہے
کلفت افسردگی کو عیش بیتابی حرام
ورنہ دندان در دل افشردن بنائے خندہ ہے
شورش باطن کے ہین احباب منکر ورنہ یان
دل محیط گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے
آئینہ زانوئے فکر اختراع جلوہ ہے
تا کجا اے آگہی رنگ تماشا باختن
چشم وا گردیدہ آغوش وداع جلوہ ہے

جب تک دہان زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

[illegible]

عالم غبارِ وحشتِ مجنون ہے سربسر	کبتک خیالِ طرۂ لیلا کرے کوئی
افسردگی نہین طرب انشائے التفات	ہان درد بنکے دل مین مگر جا کرے کوئی
رونے سے اے ندیم ملامت نکر مجھے	آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی
چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی	کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی
لختِ جگر سے ہے رگِ ہر خار شاخِ گل	تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی
ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز	تو وہ نہین کہ تجھکو تماشا کرے کوئی
ہر سنگ و خشت ہے صدفِ گوہرِ شکست	نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی
سر بر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر	فرصت کہان کہ تیری تمنا کرے کوئی
ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد یاس خیز	یہ درد وہ نہین کہ نہ پیدا کرے کوئی
بیکاریِ جنون کو ہے سر پیٹنے کا شغل	جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسد
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

ابن مریم ہوا کرے کوئی	میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی	ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

جب توقع ہی اوٹھ گئی غالب
کیون کسی کا گلا کرے کوئی

بہت سہی غمِ گیتی شراب کم کیا ہے
غلامِ ساقیِ کوثر ہون مجھکو غم کیا ہے
تمھارے طرز و روش جانتے ہین ہم کیا ہے
رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے
سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اسمین دم کیا ہے

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے
جوہرِ تیغ بسر چشمۂ دیگر معلوم
ہون مین وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے
مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئینہ خانہ مین کوئی لیے جاتا ہے مجھے

کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے
بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے
بیضہ آسا ننگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس
از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

مستی بہ ذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے
موجِ شراب یک مژۂ خوابناک ہے
جز زخمِ تیغِ ناز نہیں دل میں آرزو
جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے
جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد
صحرا ہماری آنکھ میں یک مشتِ خاک ہے

لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے

آمدِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہے
نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک	آسمان بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے
زندگی میں تو وہ محفل سے اوٹھا دیتے تھے	دیکھوں اب مر گئے پر کون اوٹھاتا ہے مجھے
روندی ہوئی ہے کوکبۂ شہریار کی	اترائے کیوں نہ خاکِ سرِ رہگزار کی
جب اوسکے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ	لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو لالہ زار کی
بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستاں کے ہم ولے	کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
ڈرے کیوں میرا قاتل کیا رہیگا اوسکی گردن پر	وہ خوں جو چشمِ تر سے عمر بھر یوں دمبدم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن	بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے
بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا	اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے
مگر لکھوائے کوئی اوسکو خط تو ہمسے لکھوائے	ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھکر قلم نکلے
ہوئی اس دور میں منسوب مجھسے بادہ آشامی	پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جامِ جم نکلے
ہوئی جنسے توقع خستگی کی داد پانیکی	وہ ہمسے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے
محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا	اوسیکو دیکھکر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے
کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ	پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

ردیف الیا [illegible]

[illegible]

غم آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو — چراغِ روشن اپنا قلزمِ صرصر کا مرجان ہے

خموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے — نگاہِ دل سے ترے سرمہ سا نکلتی ہے
فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبنم — صبا جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے

نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ — کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے — نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہے
کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا — آئینہ فرشِ ششجہتِ انتظار ہے
ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق — گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا شکار ہے
دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ — نظارہ کا مقدمہ پھر روبکار ہے
چھڑکے ہے شبنم آئینۂ برگِ گل پر آب — اے عندلیب وقتِ وداعِ بہار ہے
پچ آ پڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے — وہ آئے یا نہ آئے پہ یاں انتظار ہے
بے پردہ سوئے وادیِ مجنوں گزر نہ کر — ہر ذرہ کی نقاب میں دل بیقرار ہے
اے عندلیب یک کفِ خس بہرِ آشیاں — طوفانِ آمدِ فصلِ بہار ہے
دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی — اے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہے
غفلت کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط — اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے
کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یون کہ مجھے درد تہ جام بہت ہے
نے تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین
گوشے مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے
کیا زہد کو مانون کہ نہ ہو گرچہ ریائی
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے
ہین اہل خرد کس روش خاص پہ نازان
پابستگی رسم و رہ عام بہت ہے
زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے
آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہے
ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ انکو
انکار نہین اور مجھے ابرام بہت ہے

[illegible]

خون ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہین اے مرگ
رہنے دے مجھے یان کہ ابھی کام بہت ہے
ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

معلوم ہوا حال شہیدان گذشتہ
تیغ ستم آئنہ تصویر نما ہے
اے پرتو خورشید جہانتاب ادھر بھی
سایہ کی طرح ہمپہ عجب وقت پڑا ہے
ناکردہ گناہون کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہون کی سزا ہے
بیگانگی خلق سے بیدل نہو غالب
کوئی نہین تیرا تو مری جان خدا ہے

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی
اک خونچکان کفن مین کرورون بناو ہین
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی
واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی
لڑتا ہے مجھسے حشر مین قاتل کہ کیون اوٹھا
گویا ابھی سنی نہین آواز صور کی
آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اوڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی
گو وان نہین پہ وانکے نکالے ہوے تو ہین
کعبہ سے ان بتون کو بھی نسبت ہے دور کی
کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی
گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اوسنے شکایت ضرور کی
غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لیچلین
حج کا ثواب نذر کرونگا حضور کی

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوے
جوش قدح سے بزم چراغان کیے ہوے
کرتا ہون جمع پھر جگر لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوت مژگان کیے ہوے
پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم
برسون ہوے ہین چاک گریبان کیے ہوے
پھر گرم نالہ ہاے شرربار ہے نفس
مدت ہوئی ہے سیر چراغان کیے ہوے
پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق
سامان صد ہزار نمکدان کیے ہوے

پھر بھر رہا ہے خامۂ مژگاں بخون دل
ساز چمن طرازیٔ داماں کیے ہوئے

باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
نظارہ و خیال کا ساماں کیے ہوئے

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
عرض متاع عقل و دل و جاں کیے ہوئے

دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال
صد گلستاں نگاہ کا ساماں کیے ہوئے

پھر چاہتا ہوں نامۂ دلدار کھولنا
جاں نذر دلفریبیٔ عنواں کیے ہوئے

مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس
زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے

چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو
سرمے سے تیز دشنۂ مژگاں کیے ہوئے

اک نوبہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغ مے سے گلستاں کیے ہوئے

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیر بار منت درباں کیے ہوئے

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کے لیے
رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لیے

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خونفشاں کے لیے

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کے لیے

رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفت رشک
بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لیے

فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں
دراز دستی قاتل کے امتحاں کے لیے

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

دیوان غالب

دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

نصیر دولت و دیں اور معین ملت و ملک
بنا ہے چرخ بریں جس کے آستاں کے لیے

زمانہ عہد میں اس کے ہے محو آرائش
بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

قصائد

ساز یک ذرہ نہیں فیض چمن سے بیکار — سایۂ لالۂ بیداغ سویدائے بہار

مستی باد صبا سے ہے بعرض سبزہ — ریزۂ شیشۂ مے جوہر تیغ کہسار

سبز ہے جام زمرد کی طرح داغ پلنگ — تازہ ہے ریشۂ نارنج صفت روئے شرار

مستی ابر سے گلچین طرب ہے حسرت — کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کا فشار

کوہ و صحرا ہمہ معموری شوق بلبل — راہ خوابیدہ ہوئی خندۂ گل سے بیدار

سونپے ہے فیض ہوا صورت مژگان یتیم — سرنوشت دو جہان ابر بیک سطر غبار

کاٹ کر پھینکیے ناخن تو باندازِ ہلال — قوت نامیہ اوسکو بھی نچھوڑے بیکار

کف ہر خاک بگردون شدہ قمری پرواز — دام ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکار

میکدہ مین ہو اگر آرزوئے گلچینی — بھول جا یک قدح بادہ بہ طاق گلزار

موج گل ڈھونڈھ بخلوتکدۂ غنچۂ باغ — گم کرے گوشۂ میخانہ مین گر تو دستار

کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر — سبز مثل خط نوخیز ہو خط پرکار

لعل سے کی ہے پئے زمزمۂ مدحت شاہ — طوطی سبزۂ کہسار نے پیدا منقار

وہ شہنشاہ کہ جسکی پئے تعمیر سرا — چشم جبریل ہوئی قالب خشت دیوار

فلک العرش ہجوم خم دوش مزدور — رشتۂ فیض ازل ساز طناب معمار

سبزۂ نہ چمن و یک خط پشت لب بام — رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار

وان کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پر کاہ — وہ رہے مروحۂ بال پری سے بیزار

خاک صحرائے نجف جوہر سیر عرفا — چشم نقش قدم آئینۂ بخت بیدار

ذرہ اوس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز — گرد اوس دشت کی امید کو احرام بہار

آفرینش کو ہے وان سے طلب مستی ناز — عرض خمیازۂ ایجاد ہے ہر موج غبار

مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے شمع شبستان بہار — دل پروانہ چراغان پر بلبل گلزار

شکل طاؤس کرے آئنہ خانہ پرواز — ذوق مین جلوہ کے تیرے بہوائے دیدار

تیری اولاد کے غم سے ہے بروئے گردون — سلک اختر مین مہ نو مژۂ گوہر بار

ہم عبادت کو ترا نقش قدم مہر نماز — ہم ریاضت کو ترے حوصلہ سے استظہار

مدح مین تیری نہان زمزمۂ نعت نبی — جام سے تیرے عیان بادۂ جوش اسرار

جوہر دست دعا آئنہ یعنی تاثیر — یک طرف نازش مژگان و دگر سو غم خار

مردمک سے ہو عزاخانۂ اقبال نگاہ — خاک در کی تری جو چشم نہ ہو آئنہ دار

دشمنِ آلِ نبی کو بطرب خانۂ دہر	عرضِ خمیازۂ سیلاب ہو طاقِ دیوار
دیدہ تا دل اسدؔ آئینۂ یک پرتوِ شوق	فیضِ معنی سے خطِ ساغرِ راقم سرشار

قصیدہ

دہر جز جلوۂ یکتائیِ معشوق نہیں	ہم کہاں ہوتے اگر حسن نہ ہوتا خودبیں
بیدلیہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق	بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں
ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بمِ ہستی و عدم	لغو ہے آئنۂ فرقِ جنون و تمکیں
نقشِ معنی ہمہ خمیازۂ عرضِ صورت	سخنِ حق ہمہ پیمانۂ ذوقِ تحسیں
لافِ دانش غلط و نفعِ عبادت معلوم	دُردِ یک ساغرِ غفلت ہے چہ دنیا و چہ دیں
مثلِ مضمونِ وفا باد بدستِ تسلیم	صورتِ نقشِ قدم خاک بفرقِ تمکیں
عشق بیربطیِ شیرازۂ اجزائے حواس	وصل زنگارِ رخِ آئنۂ حسنِ یقیں
کوہکن گرسنہ مزدورِ طربگاہِ رقیب	بیستوں آئنۂ خوابِ گرانِ شیریں
کسنے دیکھا نفسِ اہلِ وفا آتش خیز	کسنے پایا اثرِ نالۂ دلہائے حزیں
سامعِ زمزمۂ اہلِ جہاں ہوں لیکن	نہ سر و برگِ ستائش نہ دماغِ نفریں
کسقدر ہرزہ سرا ہوں کہ عیاذاً باللہ	یکقلم خارجِ آدابِ وقار و تمکیں

نقشِ لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر | یا علی عرض کر اے فطرتِ وسواس قریں
مظہرِ فیضِ خدا جان و دلِ ختمِ رسل | قبلۂ آلِ نبی کعبۂ ایجادِ یقیں
ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہاں گرمِ خرام | ہر کفِ خاک ہے واں گردۂ تصویرِ زمیں
جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اسکا جس جا | وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امیں
نسبتِ نام سے اسکی ہے یہ رتبہ کہ رہے | ابداً پشتِ فلک خم شدۂ نازِ زمیں
فیضِ خلق اسکا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا | بوئے گل سے نفسِ بادِ صبا عطر آگیں
برشِ تیغ کا اسکی ہے جہاں میں چرچا | قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں
کفر سوز اسکا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے | رنگِ عاشق کی طرح رونقِ بتخانۂ چیں
جاں پناہا دل و جاں فیض رسانا شاہا | وصیِ ختمِ رسل تو ہے بفتوائے یقیں
جسمِ اطہر کو ترے دوشِ پیمبر منبر | نامِ نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگیں
کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب | شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں
آستاں پر ہے ترے جوہرِ آئینۂ سنگ | رقمِ بندگیِ حضرتِ جبریلِ امیں
تیرے در کے لیے اسبابِ نثار آمادہ | خاکیوں کو جو خدا نے دیے جان و دل و دیں
تیری مدحت کے لیے ہیں دل و جاں کام و زباں | تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبیں

کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ ممدوحِ خدا ۔۔۔ کس سے ہو سکتی ہے آرایشِ فردوسِ برین
جنس بازارِ معاصی اسد اللہ اسد ۔۔۔ کہ سوا تیرے کوئی اوسکا خریدار نہین
شوخیِ عرضِ مطالب مین ہے گستاخِ طلب ۔۔۔ ہے ترے حوصلۂ فضل پہ ازبسکہ یقین
دی دعا کو مری وہ مرتبۂ حسنِ قبول ۔۔۔ کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین
غمِ شبیر سے ہو سینہ یہانتک لبریز ۔۔۔ کہ رہین خونِ جگر سے مری آنکھین رنگین
طبع کو الفتِ دُلدُل مین یہ سرگرمیِ شوق ۔۔۔ کہ جہانتک چلے اوس سے قدم اور مجھسے جبین
دلِ الفت نسب و سینۂ توحید فضا ۔۔۔ نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزین
صرفِ اعدا اثرِ شعلہ و دودِ دوزخ ۔۔۔ وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ برین

قصیدہ

ہان مہِ نو سنین ہم اوسکا نام ۔۔۔ جسکو تو جھک کے کر رہا ہے سلام
دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح ۔۔۔ یہی انداز اور یہی اندام
بارے دو دن کہان رہا غائب ۔۔۔ بندہ عاجز ہے گردشِ ایام
اوڑکے جاتا کہان کہ تارون کا ۔۔۔ آسمان نے بچھا رکھا تھا دام
مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص ۔۔۔ حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

جبکہ چودہ منازل فلکی
کرچکی قطع تیری تیزیٔ گام

تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر
کوئے مشکوئے و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھ مین لبریز
اپنی صورت کا اک بلورین جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
توسنِ طبع چاہتا تھا لگام

غزل

زہر غم کر چکا تھا میرا کام
تجھکو کسنے کہا کہ ہو بدنام

مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن
غم سے جب ہوگئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے
کہ نہ سمجھین وہ لذتِ دشنام

کعبہ مین جا بجائینگے ناقوس
اب تو باندھا ہے دیر مین احرام

اوس قدح کا ہے دور مجھکو نقد
چرخ نے لی ہے جس سے گردش وام

بوسہ دینے مین اونکو ہے انکار
دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اونکو غصہ آئے
کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

کہہ چکا مین تو سب کچھ اب تو کہہ
اے پری چہرہ پیک تیز خرام

تیرے فیلِ گران جسد کی صدا / تیرے رخشِ سبک عنان کا خرام

فنِ صورت گری مین تیرا اگر / گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام

اوسکے مضروب کے سروتن سے / کیون نمایان ہو صورتِ ادغام

جب ازل مین رقم پذیر ہوے / صفحہ ہاے لیالے و ایام

اور اون اوراق مین بہ کلکِ قضا / مجملاً مندرج ہوے احکام

لکھدیا شاہدون کو عاشق کش / لکھدیا عاشقون کو دشمن کام

آسمان کو کہا گیا کہ کہین / گنبدِ تیزگرد نیلی فام

حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین / خال کو دانہ اور زلف کو دام

آتش و آب و باد و خاک نے لی / وضع سوز و نم و رم و آرام

مہر رخشان کا نام خسرو روز / ماہِ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بھی / دی بہ دستور صورتِ ارقام

کاتبِ حکم نے بموجب حکم / اوس رقم کو دیا طراز دوام

ہے ازل سے رواے آغاز / ہو ابد تک رساے انجام

قصیدہ

صبحدم دروازۂ خاور کھلا / مہرِ عالمتاب کا منظر کھلا

خسروِ انجم کے آیا صرف مین / شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود / صبح کو رازِ مہ و اختر کھلا

ہین کواکب کچھ نظر آتے ہین کچھ / دیتے ہین دھوکا یہ بازیگر کھلا

سطحِ گردون پر پڑا تھا رات کو / موتیون کا ہر طرف زیور کھلا

صبح آیا جانبِ مشرق نظر / اک نگارِ آتشین رخ سر کھلا

تھی نظر بندی کیا جب ردِ سحر / بادۂ گلرنگ کا ساغر کھلا

لاکے ساقی نے صبوحی کے لیے / رکھدیا ہے ایک جامِ زر کھلا

بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ / کعبۂ امن و امان کا در کھلا

تاجِ زرین مہرِ تابان سے سوا / خسروِ آفاق کے منہ پر کھلا

شاہِ روشن دل بہادر شہ کہ ہے / رازِ ہستی اوس پہ سرتاسر کھلا

وہ کہ جسکی صورتِ تکوین مین / مقصدِ نہ چرخ و ہفت اختر کھلا

روشناسون کی جہان فہرست ہے — وان لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا
توسن شہ مین ہے وہ خوبی کہ جب — تھان سے وہ غیرت صرصر کھلا
نقش پا کی صورتین وہ دلفریب — تو کہے بتخانۂ آذر کھلا
مجھپہ فیض تربیت سے شاہ کے — منصب مہر و مہ و محور کھلا
لاکھ عقدے دل مین تھے لیکن ہر ایک — میری حد وسع سے باہر کھلا
تھا دل وابستہ قفل بے کلید — کسنے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا
باغ معنی کی دکھاؤنگا بہار — مجھسے گر شاہ سخن گستر کھلا
ہو جہان گرم غزل خوانی نفس — لوگ جانین طبلۂ عنبر کھلا

غزل

کنج مین بیٹھا رہون یون پر کھلا — کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا
ہم پکارین اور کھلے یون کون جائے — یار کا دروازہ پاوین گر کھلا
ہمکو ہے اس رازداری پر گھمنڈ — دوست کا ہے راز دشمن پر کھلا
واقعی دل پر بھلا لگتا تھا داغ — زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا
ہاتھ سے رکھدی کب ابرو نے کمان — کب کمر سے غمزہ کے خنجر کھلا

مفت کس کو برا ہے بدرقہ — رہروی مین پردۂ رہبر کھلا
سوز دل کا کیا کرے باران اشک — آگ بھڑکی مینہ اگر دمبھر کھلا
نامہ کے ساتھ آگیا پیغام مرگ — رہ گیا خط میری چھاتی پر کھلا
دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی — ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا
پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال — پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا
خامہ نے پائی طبیعت سے مدد — بادبان بھی اوٹھتے ہی لنگر کھلا
مدح سے ممدوح کی دیکھی شکوہ — یان عرض سے رتبۂ جوہر کھلا

[illegible]

مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا — بادشہ کا رایت لشکر کھلا
بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علو پایۂ منبر کھلا
سکۂ شہ کا ہوا ہے روشناس — اب عیار آبروئے زر کھلا
شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآل سعی اسکندر کھلا
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریب طغرل و سنجر کھلا
ہو سکے کیا مدح ہان اک نام ہے — دفتر مدح جہان داور کھلا
فکر اچھی پر ستائش نا تمام — عجز اعجاز ستائش گر کھلا

جانتا ہون ہے خط لوح ازل	تم پہ اے خاقان نام آور کھلا
تم کرو صاحب قرانی جب تلک	ہے طلسم روز و شب کا در کھلا

در صفت انبہ

ہان دل درد مند زمزمہ ساز	کیون نہ کھولے در خزینۂ راز
خامہ کا صفحہ پر روان ہونا	شاخ گل کا ہے گلفشان ہونا
مجھسے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے	نکتہ ہاے خرد فزا لکھیے
بارے آمون کا کچھ بیان ہوجاے	خامہ نخل رطب فشان ہوجاے
آم کا کون مرد میدان ہے	ثمر و شاخ گوے و چوگان ہے
تاک کے جی مین کیون رہے ارمان	آئے یہ گوے اور یہ میدان
آم کے آگے پیش جاوے خاک	پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک
نہ چلا جب کسی طرح مقدور	بادۂ ناب بن گیا انگور
یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے	شرم سے پانی پانی ہونا ہے
مجھسے پوچھو تمھین خبر کیا ہے	آم کے آگے نیشکر کیا ہے
نہ گل اوسمین نہ شاخ و برگ نہ بار	جب خزان آئے تب ہو اوسکی بہار

خاص وہ آم جو نہ ارزاں ہو	نوبرِ نخلِ باغِ سلطاں ہو
وہ کہ ہے والیِ ولایتِ عہد	عدل سے اوسکے ہے حمایتِ عہد
فخرِ دین عزِ شان وجاہ وجلال	زینتِ طینت وجمال وکمال
کارفرمائے دین و دولت وبخت	چہرہ آرائے تاج ومسند وتخت
سایہ اوسکا ہما کا سایہ ہے	خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے
اے مفیضِ وجودِ سایہ و نور	جبتلک ہے نمودِ سایہ و نور
اس خداوند بندہ پرور کو	وارثِ گنج وتخت وافسر کو

شاد و دلشاد و شادماں رکھیو
اور **غالب** پہ مہرباں رکھیو

قطعات

ای شہنشاہِ فلک منظرِ بےمثل و نظیر	ای جہاندارِ کرم شیوۂ بےشبہ وعدیل
پانوں سے تیرے ملے فرقِ ارادت اورنگ	فرق سے تیرے کرے کسبِ سعادت اکلیل
تیرا اندازِ سخن شانۂ زلفِ الہام	تیری رفتارِ قلم جنبشِ بالِ جبریل
تجھسے عالم پہ کھلا رابطۂ قربِ کلیم	تجھسے دنیا میں بچھا مائدۂ بذلِ خلیل

ایضاً

[illegible]

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیرون کی وفاداری	کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے

بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو ملجاؤ
قسم لو ہمسے گر یہ بھی کہیں کیون ہم نکہتے تھے

کلکتہ کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشین	اک تیر میرے سینہ مین مارا کہ ہای ہای
وہ سبزہ زار ہای مطرا کہ ہے غضب	وہ نازنین بتان خود آرا کہ ہای ہای
صبر آزما وہ اونکی نگاہین کہ حف نظر	طاقت ربا وہ اونکا اشارا کہ ہای ہای

وہ میوہ ہای تازہ و شیرین کہ واہ واہ
وہ بادہ ہای ناب گوارا کہ ہای ہای

در مدح ڈلی

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی	زیب دیتا ہے اسے جسقدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدندان کہ اسے کیا لکھیے	ناطقہ سر بگریبان کہ اسے کیا کہیے
مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے	حرز بازوے شگرفان خود آرا کہیے
مسی آلودہ سرِ انگشت حسینان لکھیے	داغِ طرفِ جگرِ عاشقِ شیدا کہیے
خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے	سرِ پستانِ پریزادسے مانا کہیے

کیون اسے ... لکھیے
کیون اسے نقطۂ ... لکھیے
کیون اسے ... لکھیے
کیون اسے ... لکھیے
کیون اسے نقش ... لکھیے

[illegible]

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون	مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے
اُستاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال	یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے
جامِ جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر	سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے
مین کون اور ریختہ ہان اس سے مدعا	جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہین مجھے
سہرا لکھا گیا زرہِ امتثالِ امر	دیکھا کہ چارہ غیرِ اطاعت نہین مجھے
مقطع مین آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات	مقصود اوس سے قطعِ محبت نہین مجھے
روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ	سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے
قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین	ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول مین غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

سہرا

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا	باندھ شہزادہ جوان بخت کے سر پر سہرا
کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے	ہے ترے حسنِ دل افروز کا زیور سہرا
سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ	مجھکو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

ہاتھ میں تیرے رہے توسنِ دولت کی عناں تو سکندر ہے مرا فخر ہے ملنا تیرا	یہ دعا شام و سحر قاضیِ حاجات سے ہے گو شرف خضر کی بھی مجھ کو ملاقات سے ہے

اس پہ گزرے نہ گماں ریو و ریا کا زنہار
غالبِ خاک نشیں اہلِ خرابات سے ہے

متفرقات

ہے چار شنبہ آخرِ ماہِ صفر چلو جو آئے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست	رکھ دیں چمن میں بھر کے مئے مشکبو کی ناند سبزے کو روندتا پھرے پھولوں کو جائے پھاند

غالب یہ کیا بیاں ہے بجز مدحِ بادشاہ
بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی نوشت و خواند

بٹتے ہیں سونے روپے کے چھلے حضور میں یوں سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے	ہے جن کے آگے سیم و زر و مہر و ماہ ماند لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند

در مدح شاہ

اے شاہِ جہانگیر جہاں بخش جہاندار جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو	ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت تو وا کرے اس عقدے کو سو بھی باشارت

تنے مجھکو جو آبرو بخشی — ہو گئی میری وہ گرمیِ بازار
کہ ہوا مجھسا ذرّہ ناچیز — روشناسِ ثوابت و سیّار
گرچہ از روے ننگ بے ہنری — ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی — جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون — بادشہ کا غلام کار گزار
خانہ زاد اور مرید اور مدح — تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر — نسبتین ہو گئین مشخص چار
نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون — مدعاے ضروری الاظہار
پیر و مرشد اگرچہ مجھکو نہین — ذوقِ آرائشِ سر و دستار
کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر — تا نہ دے بادِ زمہریر آزار
کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش — جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہین ہے اب کی سال — کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار
رات کو آگ اور دن کو دھوپ — بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار
آگ تاپے کہان تلک انسان — دھوپ کھاوے کہان تلک جاندار

رباعیات

قطعات

سیہ گلیم ہون لازم ہے میرا نام نہ لے	جہان مین جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے	کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے

قطعہ ۲

سہل تھا مسہل ولے یہ سخت مشکل آپڑی	مجھ پہ کیا گزرے گی اتنے روز حاضر بن ہوے
تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد	تین مسہل تین تبریدین یہ سب کے دن ہوے

قطعۂ تاریخ

خجستہ انجمن طوی میرزا جعفر	کہ جسکے دیکھے سے سب کا ہوا ہے جی محظوظ
ہوئی ہے ایسے ہی فرخندہ سال مین غالب	نکیون ہو مادۂ سال عیسوی محظوظ
	١٨٥٤

قطعۂ تاریخ دیگر

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی	ہوا بزم طرب مین رقص ناہید
کہا غالب سے تاریخ اسکی کیا ہے	تو بولا انشراح جشن جمشید
	١٨٥٤

قطعہ ۵

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین	دربار دار لوگ بہم آشنا نہین

ایضاً

دل سخت نژند ہو گیا ہے گویا — اوس سے گلہ مند ہو گیا ہے گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہیں — غالب منہ بند ہو گیا ہے گویا

ایضاً

دکھ جی کے پسند ہو گیا ہے غالب — دل رک رک کر بند ہو گیا غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں — سونا سوگند ہو گیا ہے غالب

ایضاً

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل — سن سن کے اوسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

ایضاً

بھیجی ہے جو مجکو شاہ جم جاہ نے دال — ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال — ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال

ایضاً

ہیں شہ میں صفات ذوالجلالی باہم — آثار جلالی و جمالی باہم

ان ہم سے بھون کو کوئی کیا جانے	بھیجے ہین جو ارمغان شہ والا نے
گن گن کے دینگے ہم دعائین سوبار	فیروزہ کی تسبیح کے ہین یہ دانے

۸۵۲۰۶۶

تقریظ

مشام ہمہ آشنایان را صلا و تنہا و انجمن نشینان را مژدہ کہ لختے از سامان مجمرہ گردانی آمادہ و دامنی از عود ہندی دست بہم دادہ است نہ چو بہائے سنگ و پے خوردہ بہنجار ناطبیعی شکستہ بے اندام تراشیدہ بلکہ بہ تیشہ شگافتہ بکار ریزہ ریزہ کردہ بسوہان تراشیدہ ایدون نفس گدانختگی شوق بجستجوے آتش پارسی ہست نہ آتشی کہ در گلخنہاے ہند افسردہ خاموش و از کف خاکستر بہر گ خودش سیہ پوش ہتی چہ بردمی مسلم ست از ناپاکی باستخوان مردۂ ناہار شکستن و از دیوانگی بر شتہ شمع مزار کشتہ آنکہ سر آئینہ بدل گداختن خیزد و بزم آفروختن را نشاید بلکہ آتش بہ صنع برافروزندہ و آتش پرست را بباد افراہ ہم در آتش سوزندہ نیک میداند کہ پژوہندہ در ہواے آن رخشندہ آذر لعل در آتش ہست کہ بچشم روشنی ہوشنگ از سنگ برون تافتہ و در ایوان لہراسپی وشنیے نما یافتہ خسرا